بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۸۰　ماہ فروری ۲۰۱۲ء مطابق ربیع الاول ۱۴۳۳ھ　شمارہ نمبر ۲

مدیر
خلیل الرحمان سجاد نعمانی
E-mail : ilm.zikr@yahoo.com

اس شمارہ میں

	مضامین	مضامین نگار	نمبر صفحہ
۱	نگاہ اولیں	مدیر	۳
۲	محفل قرآن	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۸
۳	رحمت دو عالمؐ کے چند مخصوص اوصاف و کمالات	حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوری	۱۳
۴	دور حاضر میں اسلامی سزاؤں کی معنویت	مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی	۲۵
۵	چند روز ایک دکان معرفت میں	مولانا محمد سلمان بجنوری	۳۷
۶	ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کی ڈاک	حضرت مولانا عبداللہ کابودروی جناب مولانا محمد عبدالقوی	۴۹

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ
آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے براہ کرم آئندہ کے لئے چندہ ارسال فرمائیں ورنہ اگلا شمارہ بصیغۂ V.P. ارسال کیا جائے گا جس میں آپ کے -/35 روپئے زائد خرچ ہوں گے ـــ منیجر

ضروری اعلان

درج ذیل مقامات میں الفرقان کی توسیع اشاعت کی ذمہ داری جن حضرات نے قبول کی ہے ان کے نام اور فون نمبر نیچے لکھے جا رہے ہیں۔ ان مقامات اور قرب وجوار کے حضرات اُن سے رابطہ قائم کریں۔

مقام	نام	فون نمبر
1- اورنگ آباد	مولانا انیس الرحمٰن ندوی	(0)9423456752
۲- مالیگاؤں	مولانا حسنین محفوظ	(0)9226876589
۳- بیلگام	مولانا تنویر صاحب	(0)9880482120
۴- بڑودہ (گجرات)	مفتی محمد سلمان صاحب	(0)9898610513

مرتب: یحییٰ نعمانی

ناظم شعبۂ رابطہ عامہ: بلال سجاد نعمانی
E-mail: nomani_sajjadbilal@yahoo.com

☆ سالانہ چندہ برائے ہندوستان　عمومی 180 روپے
☆ سالانہ چندہ برائے ہندوستان　خصوصی خریداران 400 روپے
☆ سالانہ چندہ برائے ہندوستان (وی پی سادہ)　210 روپے
☆ سالانہ چندہ برائے پاکستان، پاکستان میں -/1200 ہندوستان میں -/750 روپے
☆ بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی جہاز　-/20 پاؤنڈ -/40 ڈالر　خصوصی خریداران -/30£

لائف ممبر شپ فیس: ہندوستان -/5000 روپے، بیرونی ممالک 500 پاؤنڈ　1000 ڈالر

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ: Mr. RAZIUR RAHMAN 90-B HANLEY ROAD, LONDON N4 3DW (U.K) ,Fax & Phone : 020 72721352

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ: ادارہ اصلاح وتبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ لاہور۔ (فون: 7663896 - 7655012)

ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ الفرقان 114/31 نظیر آباد، لکھنؤ - 226018

فون نمبر: 0522-4079758　e-mail : alfurqan_lko@yahoo.com

خلیل الرحمن سجاد کے لئے پرنٹر و پبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہ اولیں

—————— مدیر

علوم نبوت کے خدمت گذاروں کی ذمّہ داریاں نہایت اہم اور نازک ہیں، انھیں ملت اسلامیہ کے اندر پیدا ہونے والے انحرافات اور فتنوں سے بھی ملت کی حفاظت کے لئے میدان میں آنا پڑتا ہے، اور بسا اوقات بظاہر ''اپنوں'' ہی کے خلاف شہادتِ حق کا مشکل اور ناخوشگوار فریضہ انجام دینا پڑتا ہے، اور دوسری طرف ان کے ذمہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ باہر سے ہونے والے حملوں اور سازشوں سے بھی نہ صرف یہ کہ خود پوری طرح باخبر رہیں بلکہ ملت اسلامیہ کے عوام وخواص کو بھی آگاہ کرتے رہیں۔

باشعور اور حمیت وغیرت کے حامل علمائے کرام کے سامنے ایک بہت بڑا چیلنج یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اِن دونوں تقاضوں کی رعایت بیک وقت کیسے ملحوظ رکھیں، یعنی یہ کہ اندرونی گمراہیوں اور علمی وفکری انحرافات سے امت کی حفاظت کا فریضہ وہ کس طور پر انجام دیں کہ ان کوششوں کے نتیجے میں امت کی اجتماعیت اور وحدت بھی کمزور نہ ہونے پائے، اور اندرونی مسائل میں الجھ کر یہ ملت بیرونی حملوں اور خطروں کے مقابلے کی طرف سے غافل نہ ہو جائے۔ اسی طرح انھیں بیرونی حملوں اور خطروں سے ملّت کے تحفظ کے تقاضوں پر غور کرتے وقت اس پہلو پر بھی نگاہ رکھنی پڑتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اِن خطروں سے تحفظ کے نام پر اختیار کی جانے والی حکمت عملی کے نتیجے میں امت کے عوام وخواص میں فکر وعقیدے کی گمراہیاں پھیلنے لگیں، حق اور باطل خلط ملط ہو جائے اور دین میں تحریفات راہ پانے لگیں۔

علماء اسلام کی علمی واصلاحی خدمات کی تاریخ کا مطالعہ اس تاریخی حقیقت کے بے شمار ثبوت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے کہ ہر دور میں ہمارے اہل علم کی معتد بہ جماعت ان دونوں بظاہر متضاد تقاضوں کی بیک وقت رعایت کرنے میں حیرت انگیز حد تک کامیاب رہی ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لے کر امام ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خلفاء وصاحب زادگان تک، پھر حضرت سید احمد شہید، اور مولانا شاہ اسماعیل شہید سے لے کر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ

الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا محمد علی مونگیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ،حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اورحضرت مولانا عبدالحق حقانی صاحب (وغیرہم) کی خدمات اورطرز عمل کا اگر آپ تفصیل اور گہرائی کے ساتھ مطالعہ کریں گے تو آپ یقینا اس نتیجہ تک پہنچیں گے کہ یہ حضرات مذکورہ بالا دونوں تقاضوں کی رعایت کا ایک ایسا کامیاب اسوہ چھوڑ گئے ہیں جس کو سامنے رکھ کر اس ''پُل صراط'' کو پار کرنا ہمارے لئے بھی آسان ہوجائے گا۔

ہمارے یہ عظیم اکابر اللہ کی توفیق سے ایک طرف ملت اسلامیہ کے اندرونی انحرافات پر بھی کڑی نگاہ رکھتے تھے اوران سے ملت کی حفاظت کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو بھی پوری صراحت اور جرأت کے ساتھ ادا کرتے تھے اوراس بات کا بھی ممکن حد تک خیال رکھتے تھے کہ ان کی یہ کوششیں اصلاح کا باعث بنیں، فساد اور تفرقہ کا سبب نہ بنیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جو کچھ بھی کہتے یا لکھتے تھے کسی نفسیاتی یا اشتعالی کیفیت سے بہت دور رہتے ہوئے ٹھنڈے لب ولہجہ میں دردمندانہ اور پر خلوص لب ولہجہ میں اور وقار وادب کا پورالحاظ رکھتے ہوئے کہتے اور لکھتے تھے،ان کی ہر کاوش جذباتی ردعمل کا نتیجہ نہیں ،امت کی ضرورت کے سوچے سمجھے احساس کے تحت ہوتی تھی ، چنانچہ جولوگ ان کے کافر اور مباح الدم ہونے کے فتوے جاری کرتے تھے یہ حضرات ان کے خلاف بھی اظہار خیال کرتے ہوئے علمی سنجیدگی اور وحدتِ امت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے تھے، بلاشبہ ایسا طرز عمل اختیار کرنا ان ہی لوگوں کے لئے ممکن ہے جو نفس امارہ کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے مسلسل کوشاں اور ہوشیار و بیدار رہتے ہوں، **وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ**

اسی طرح یہ بھی بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ جو آج برصغیر میں بے شمار بیرونی سازشوں اور حملوں کے باوجود اسلام زندہ ہے وہ بھی دراصل ثمرہ ہے ان ہی اوران جیسے بزرگوں کی اُن مسلسل اورعظیم مساعی کا جو انھوں نے بیرونی محاذ پر عزم وحوصلہ اوراخلاص وبصیرت کے ساتھ ہر دور میں انجام دیں۔ہم جس دور میں جی رہے ہیں اس دور میں امت بیرونی وداخلی دونوں محاذوں پر سخت حملوں اور فتنوں کا شکار ہے آئے دن نئی نئی گمراہیاں جنم لے رہی ہیں، ہر کچھ فاصلے پر کوئی نیا فرقہ وجود میں آرہا ہے، اسلاف کے راستے پر چلنا اجنبی اورنت نئے افکار کو اپنانا دانشوری اور ترقی پسندی وروشن خیالی کی علامت سمجھا رہا ہے، اسلام کے

معتبر و مستند شارحین کے احترام واتباع سے امت کے نوجوانوں کو دور کیا جارہا ہے، نیز قدیم اور جدید بدعات کو فروغ مل رہا ہے، اور دوسری طرف امت کے جسم وروح پر چاروں طرف سے بیرونی یلغار بھی تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہے،خود ہمارے ملک میں ایسے قانون بن رہے ہیں جن کا مقصد اسلامی وجود کے دو اہم ترین مراکز''مسجد'' اور''مدرسہ'' کے پورے نظام کو بند کرنا ہے [۱]۔

ہماری عدالتیں روزانہ ایسے فیصلے صادر کررہی ہیں جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مسلم پرسنل لاء کو ختم کرکے سول کوڈ کو نافذ کرنے کی زبردست خواہش رکھنے والے دماغ نے منصوبہ بند طریقے پر اس کے لئے یہ راستہ اختیار کیا ہے کہ دستوری ترمیم کے بجائے عدلیہ کے ذریعہ خاموشی کے ساتھ یہ کام کیا جائے —— نیز ہمارے ملک کی جیلوں میں ایسے سیکڑوں نوجوان بند ہیں جن پر دہشت گردی کے جھوٹے الزامات لگا کر نہ صرف یہ کہ ان کی اور ان کے پورے خاندان کی زندگیوں کو خراب کیا جارہا ہے بلکہ پوری ملت کو بے بسی و بیکسی اور لاچارگی کے نفسیاتی احساس میں مبتلا کیا جارہا ہے۔

پس ہمارے تمام دردمند اور باشعور علماء کا فرض ہے کہ وہ اندرونی فتنوں کا مقابلہ اس انداز سے کریں کہ دوسرے محاذ کے تقاضے مجروح نہ ہوں اور بیرونی محاذ پر کام اس انداز سے کریں کہ اندرونی بگاڑ کی اصلاح کا نہایت ضروری کام نظرانداز نہ ہو۔ایسا کرنا ناممکن نہیں ہے،بس اس جانب خصوصی اور مسلسل توجہ درکار ہے اور دونوں محاذوں کے حالات اور تقاضوں کا شعور اور استحضار۔

یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے کہ ہندوستان میں اسلامی وجود اور ملی تشخص کی حفاظت اور برہمنی تہذیبی یلغار سے مسلمانوں کے تحفظ کی جتنی کوششیں اب تک ہوئی ہیں کم ازکم ہماری معلومات کی حد تک ان میں ان ہی علماء نے پیش قدمی کی ہے جو مسلمانوں کو ہر قسم کے اندرونی بگاڑ اور انحراف سے بچانے کے میدان میں

---

[۱] گذشتہ سال ہماری پارلمینٹ نے ایک قانون بنایا ہے جس کا نام ہے (بچوں کا مفت اور لازمی تعلیم کا حق Right to free and compulsory education act 2010 بظاہر اس کا عنوان نہایت خوشنما ہے لیکن اس قانون کی متعدد دفعات کے نتیجہ میں چھ سال سے چودہ سال تک (اور ترمیم شدہ مسودہ قانون کے مطابق تین سے اٹھارہ سال تک) کے کسی بھی بچے یا بچی کو کسی مدرسہ میں تعلیم دلانا ایسا جرم ہوگا جس کی وجہ سے بچہ کے سرپرستوں اور مدرسہ کے منتظم کو سزا دی جاسکتی ہے۔اسی طرح موجودہ انکم ٹیکس کے قوانین کے جگہ پر ڈائریکٹ ٹیکسیشن کوڈ کے نام پر ایسا قانون لایا جارہا ہے جس کی زد میں مسجدیں بھی آئیں گی۔اگر ضرورت سمجھی گئی تو انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں ان قوانین پر قدرے تفصیلی تبصرہ کیا جاسکتا ہے۔مسلم پرسنل لاء بورڈ نے ان قوانین کے خلاف ملک وملت کی رائے عامہ کو بیدار کرنے اور حکومت کو ان میں مناسب ترمیمات پر آمادہ کرنے کے لئے محترم مولانا سید ولی رحمانی کی کنوینر شپ میں ایک تحریک چھیڑ رکھی ہے، جس میں عوام وخواص کو سنجیدگی سے حصہ لینا چاہئے۔

بھی پیش پیش رہے ہیں، کون نہیں جانتا کہ مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کے لئے باہمی تمام اختلافات کو نظر انداز کر کے صرف کلمہ کی بنیاد پر تمام مسالک، فرقوں اور جماعتوں اور مکاتب فکر کو بمبئی میں جمع کرنے کی تجویز دراصل سب سے پہلے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ میں منظور کی گئی تھی اور اس کے لئے اصل دوڑ دھوپ وہیں کے اکابر علماء نے کی تھی اور اسی لئے بمبئی کے تاریخی کنونشن نے بورڈ کے پہلے صدر کے طور پر متفقہ طور پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا انتخاب کیا تھا۔

ہمیں ہر تقریر اور ہر تحریر کے وقت یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی ہوگی کہ ہمارے کندھوں پر دوہری ذمہ داری ہے، تبھی ہم مذکورہ بالا دونوں کاموں کے تقاضوں کے درمیان اپنے اسلاف کی طرح توازن اور اعتدال کو قائم رکھ پائیں گے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ ہمیں آپس میں ہی ٹکرا کر ہمیں بے وزن کر دینے بلکہ ہمارے وجود کو ختم کر دینے کی زبردست سازشیں چل رہی ہیں جن کی بارودی سرنگیں عالم اسلام میں بھی بچھائی جارہی ہیں اور برصغیر ہندو پاک میں بھی، اور عراق و افغانستان میں بھی، جہاں سے واپس جاتے جاتے اس کا انتظام کر کے جانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ جو کام ہم باہر سے حملہ آور ہو کر نہ کر سکے وہ کام یہ لوگ خود ہی باہم دست و گریباں ہو کر انجام دے دیں۔

ابھی چند دن پہلے جب یہ خبریں آئیں کہ افغانستان میں یوم عاشوراء کے موقع پر شیعوں کے جلوس پر زبردست حملہ کیا گیا تو دنیا بھر میں باخبر لوگوں میں فکر و تشویش کی لہر دوڑ گئی، مگر پھر جب افغانستان کی امارت اسلامی کا ایک واضح بیان اس سلسلہ میں آیا تو صورت حال واضح ہوئی اور یہ بات بے غبار ہوگئی کہ یہ حرکت ان لوگوں کی نہیں ہے جو زبردست قربانیوں کے ذریعہ دنیا کی تاریخ کا ایک نیا باب رقم کرنے والے ہیں یہ خود ان ہارے ہوئے دشمنوں کی ہے جو جاتے جاتے افغانوں کو بھیانک نسلی اور فرقہ وارانہ خانہ جنگی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

لیجئے آپ بھی امارت اسلامی افغانستان کی طرف سے جاری کردہ بیان کا ترجمہ پڑھ لیجئے اور ان بندگان خدا کے لئے دعا کرتے رہئے جو پورے عزم اور پورے شعور کے ساتھ قدم بقدم آگے بڑھ رہے ہیں نیز اس طرز عمل سے اگر کچھ روشنی حاصل کر سکتے ہوں تو ضرور کریں..........

”۱۰/محرم ۱۴۳۳ھ یوم عاشوراء کے موقع پر کابل اور مزار شریف میں بے تحاشا بم برسائے گئے، جس کے نتیجے میں دسیوں نہتے عوام خون میں نہا گئے اور ان کے خاندانوں کو زبردست صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ خبر ملتے ہی امارت اسلامی افغانستان نے اس حادثہ کی سخت

مذمت کی تھی، پھر ۱۵/محرم ۱۴۳۳ھ کی امارت کی مجلسِ قیادت نے اس موضوع پر ایک اہم اجلاس منعقد کیا، جس میں واقعہ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد یہ کہا گیا کہ یہ سب شکست خوردہ دشمن کی شرارت ہے اور اس بات پر زور دیا گیا کہ ہماری بیدار قوم کو دشمن کی ان حرکتوں پر گہری نظر رکھنی ہوگی، اور ہمارے متحد عوام میں، مذہب، نسل، یا علاقائیت کی بنیاد پر پھوٹ ڈالنے کی ہر کوشش کو ناکام بنانا ہوگا۔ امارت اسلامی افغانستان تمام پسماندگان کی تعزیت کرتے ہوئے خاص طور پر شیعہ علماء اور رہنماؤں سے اپیل کرتی ہے کہ اس معاملہ کی حقیقت سے وہ اپنے عوام کو آگاہ کریں اور اسے شیعہ سنی تفرقہ کا سبب ہرگز نہ بننے دیں، ساتھ ہی امارت تمام مجاہدین کو ہدایت دیتی ہے کہ وہ دیگر فرائض کے ساتھ اس کو بھی اپنا فرض سمجھیں کہ آئندہ ایسے واقعات پیش نہ آئیں......‘‘

☆☆☆

محفل (۱۱۲) سورۃ النساء (۱۷)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہٗ

دشمن کے رُو در رُو ہوتے ہوئے بھی نماز نہیں چھوڑی جائے گی!

البتہ خوف وخطر کی رعایت سے نماز کو ایک جنگی نماز کی شکل دی جائے گی

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ
الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ
عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿١٠١﴾ وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ
مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ
وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ
وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ
فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن
مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ
أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا
وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ
كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن
تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾

ترجمہ

اور جب ایسا ہو کہ تم سفر پر نکلے ہو، تو کوئی مضائقہ اس میں تمھارے لئے نہیں کہ نماز میں کچھ کمی (قصر) کرو، اگر اندیشہ ہو کہ کافر لوگ تمھیں پریشانی میں ڈالیں گے۔

کافر تو بے شک تمھارے کھلے دشمن ہیں(۱۰۱)اور جب (اے نبی) تم خود اِن مسلمانوں (کی جماعت) میں موجود ہو اور انھیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو ان میں کا ایک حصہ تمھارے ساتھ (مقتدی بن کر) کھڑا ہو اور وہ اپنے اسلحہ لئے ہوئے رہے۔ پھر جب یہ گروہ سجدہ ادا کرلے تو چاہئے کہ تمھارے پیچھے چلا جائے، اور دوسرا گروہ جس نے نماز میں شرکت نہیں کی تھی (اس کی جگہ) آئے اور تمھارے ساتھ نماز پڑھے۔ اور انھیں بھی چاہئے کہ چوکس رہیں اور اپنے اسلحہ ساتھ لئے ہوئے۔ یہ کافر خواہشمند ہیں کہ تم (نماز میں) اپنے اسلحہ اور دیگر سامان سے غافل ہو تو یہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔

اور اس میں بھی کوئی مضائقہ تمھارے لئے نہیں کہ بارش سے پریشانی (کی صورت) ہو یا کوئی تم میں بیمار ہو تو اپنے اسلحہ اتار دو لیکن چوکسی بنائے رہو۔ اللہ نے بے شک تیار کیا ہوا ہے ان کافروں کے لئے دردناک عذاب (۱۰۲) پھر جب تم نماز پوری کر چکو تو یاد اللہ کو کرو کھڑے بیٹھے اور لیٹے۔ اور پھر جب بے خوفی کی حالت تمھیں نصیب ہو جائے تو ادا کرو نماز پوری طرح۔ نماز بلاشبہ فریضہ ہے اہلِ ایمان پر وقت کی قید کے ساتھ (۱۰۳) اور (دیکھو) دشمن کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ تمھیں اگر کچھ دکھ (اس جدو جہد میں) پہنچتا ہے تو وہ لوگ بھی ویسے ہی دُکھ اُٹھاتے ہیں جیسے تمھیں اُٹھانا پڑتے ہیں۔ جبکہ تم اللہ سے وہ امید (اس پر) رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ علیم ہے حکیم ہے (۱۰۴)

جہاد میں اگر نماز کا وقت آجائے؟

اوپر جہاد اور مجاہدین کی فضیلت بیان ہوئی۔ جہاد میں عین دشمن کے سامنے بھی یا اس کے ناگاہ حملے کے خطرے کے ساتھ بھی نماز کا وقت آسکتا ہے،، تو مجاہدین کو کیا کرنا چاہئے؟'' فرمایا کہ قصر (یعنی نماز کی رکعتوں میں کمی) کردو۔ اس میں کوئی گناہ تمھیں نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ کافر تمھارے ایسے ہی دشمن ہیں کہ نماز بھی ان کی طرف سے بے خطر ہو کر نہیں پڑھی جاسکتی۔ گویا پڑھی وقت ہی پر جائے گی، یہ نہیں کہ وقت نکل جانے دو۔''

اصل سوال اگرچہ جہادی سفر کے پس منظر میں تھا مگر جواب میں خاص جہاد کے لئے نکلے ہوئے

ہونے کے بجائے مطلق سفر پر نکلے ہوئے ہونے کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں، اس سے ائمۂ فقہاء نے قصر کی اس رخصت کو عام سفر کے لئے بھی مانا ہے۔ کسی نے صرف جائز مانا ہے کسی نے اس پر عمل واجب قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے یہاں واجب مانا گیا ہے۔ اور یہ جو فرمایا گیا کہ ایسا کرنے (یعنی قصر) میں کوئی مضائقہ نہیں، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے سورہ بقرہ (آیت ۱۵۸) میں صفاء مروہ کی سعی کے لئے بالکل یہی الفاظ فرمائے گئے تھے، اور مطلب یہ نہیں تھا کہ کرو یا نہ کرو برابر ہے، بلکہ ذہن سے لوگوں کا یہ خیال مٹانا تھا کہ یہ سعی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ مزید بحث و دلائل کسی کو دیکھنے ہوں تو فقہ کی کتابوں میں ملیں گے۔ البتہ یہ قصر سب کے یہاں چار رکعت والی نماز میں ہے۔

اگر اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ہوں؟

ان آیتوں کے نزول کے وقت کسی ایسی جہادی مہم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بہ نفسِ نفیس موجود ہو سکتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ پھر آپؐ ہی امامِ نماز ہوتے۔ اس امکانی صورت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ”اے نبی اگر تم بھی ان مجاہدین کے ساتھ ہو اور نماز پڑھاؤ تو جماعت کی صورت ازراہِ احتیاط یہ ہونی چاہئے کہ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ پہلی رکعت میں ایک حصہ تمھارا مقتدی بنے، اور ایک حصہ دشمن پر نظر رکھنے یا اس کا سامنا کرنے کے لئے نماز سے باہر رہے۔ پھر ایک رکعت پوری ہو جائے تو یہ مقتدی حصہ پیچھے چلا جائے اور باقی ماندہ حصہ کی جگہ لے اور وہ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے آکر دوسری رکعت کا مقتدی بنے۔“ یہ بظاہر اس لئے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں کوئی مسلمان دل سے اس پر راضی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ آپ کی اقتدا میں نماز کے شرف سے محروم رہ جائے۔ لیکن ان دونوں کو پھر اپنی اپنی ایک رکعت الگ سے پوری کرنی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کے شرف کا معاملہ ایسا جذباتی تھا کہ عورتوں کے لئے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی فضیلت اس میں تھی کہ وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں مگر اسی شرفِ اقتداء کے لئے ان کی حرص کی بنا پر رعایت دی ہوئی تھی کہ دل نہیں مانتا تو مسجد میں آجائیں، حتیٰ کہ بعض صحابہ (حضرت عمرؓ وغیرہ) بیویوں کے مسجد جانے سے مانع ہوتے اور یہ بات حضور کو پہنچتی تو آپ فرماتے کہ اللہ کی ان بندیوں کو نہ روکو۔ یا ”عورتوں کو رات میں مسجد جانے کی اجازت دیدیا کرو“ (صحیح بخاری۔ کتاب الجمعہ۔ عن ابنِ عمرؓ)۔

یہ نماز اسلحہ الگ رکھ کر نہیں پڑھی جائے گی!

یہ نماز فقہ کی زبان میں صلوٰۃ الخوف کہلاتی ہے۔ اور خوف کی یہ وضاحت آیت میں کی گئی ہے کہ کافر اس سوچ میں ہوتے ہیں کہ تم ذرا دیر کو اپنے اسلحہ سے خالی اور بے خیال ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی ٹوٹ

پڑیں (فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْکُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً) اسی لئے لشکر کی دوٹکڑیوں میں تقسیم کے ساتھ یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ نماز میں شرکت کے وقت بھی وہ اپنے مکمل اسلحہ لئے ہوئے ہوں، اِلّا یہ کہ کوئی لشکری بیمار ہے یا بارش وغیرہ نے ایسی صورت اختیار کی ہوئی ہے کہ پورے اسلحہ لیکر چلنا (ایک دفعہ جماعت میں شرکت کے لئے آنا دوسری دفعہ واپس جانا) دشوار ہے۔ پھر بھی حکم ہے کہ کچھ نہ کچھ بچاؤ (حِذر) کا سامان ہر ایک کے پاس ہو۔

آیت میں لشکریوں کی چھوٹی ہوئی ایک ایک رکعت کے بارے میں بظاہر اس لئے کچھ نہیں فرمایا گیا کہ یہ آپ سے آپ سمجھ لینے والی بات ہے، (اور گویا اللہ ہر مسلمان سے اتنی سمجھداری کی امید رکھتا ہے) کہ باقی ایک ایک رکعت وہ لوگ اسی احتیاطی انداز کے ساتھ خود پوری کریں گے کہ ایک حصہ دشمن کی نگہبانی کے لئے کھڑا رہے اور ایک حصہ اپنی باقی رکعت ادا کرے۔ اور حدیث سے یہ ثابت بھی ہے۔ خود صحیح بخاری (کتاب المغازی) میں کئی روایتیں اس بارے میں ملتی ہیں۔ تفسیر روح المعانی میں آیت کے الفاظ (فَلْیُصَلُّوْا مَعَكَ) کے تحت بخاری کے ساتھ صحاحِ ستہ کی باقی پانچوں کتابوں کے بھی حوالہ سے اس سلسلہ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے یہ الفاظ درج کئے گئے ہیں: ثُمَّ قامَتْ کُلُّ طائِفَة فَصَلّوا رَکْعَةً رَکْعَةً۔۔۔ (پھر ہر حصہ نے اپنی ایک ایک رکعت پوری کی۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی دو رکعتیں ہوئیں اور لشکریوں کی بھی دو، دو۔۔۔) اسی نماز کا حوالہ کچھ پہلے ایک غزواتی مہم کی تعیین میں غزوۂ ذاتُ الرقاع کا نام لیتے ہوئے آیا تھا کہ تاریخی روایات کے مطابق ۴ھ کا یہی وہ غزوہ ہے جس میں صلوٰۃ الخوف مشروع ہوئی۔ لیکن کتبِ حدیث کی بعض روایات اس سے مختلف بھی ہیں۔ البتہ ہے یہ اُحد کے اگلے سال ہی کا غزوہ۔

حالات کی مکمل رعایت کے ساتھ نماز بہرحال پڑھنے کی ہدایت

شریعتِ اسلامی میں حالات کی رعایت کا جو درجہ ہے قرآن کی ان آیتوں کے سامنے آنے کے بعد اس بارے میں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور ساتھ میں یہ بھی اسی طرح سامنے آتا ہے کہ نماز کسی حال میں چھوڑی نہیں جاسکتی۔ اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں ایسے ہی حالاتِ خوف کے حوالے سے یہ بھی گزر چکا ہے کہ جماعت کرنے کی بھی گنجائش نہیں تو جیسے بن پڑے۔ حتیٰ کہ سواری ہی پر پڑھ لو (فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً أَوْ رُكْبَاناً۔ ۲۳۹) لیکن یہ رعایتیں صرف غیر معمولی حالات کی حد تک، ورنہ جیسے سورۂ بقرہ کی آیت میں آگے فرمایا گیا تھا: فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسے ہی یہاں بھی ارشاد ہو رہا ہے: فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى

الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً۔ (جب خوف وخطر کی طرف سے اطمینان ہو جائے تو نماز ویسے ہی ادا کرو جو ''اقامتِ صلوٰۃ'' کا مصداق ہے۔ اور (یاد رکھو) کہ نماز مؤمنین پر وقت کی پابندی کے ساتھ ٹھیرایا گیا فریضہ ہے۔) اور خوف کی حالت کی وجہ سے جو کمی اصل طریقے میں رہی ہے اس کی تلافی کے لئے بھی ہدایت اوپر کے ان الفاظ سے پہلے آئی ہے کہ جب اس طرح سے نماز پوری کر چکو تو (فَاذْكُرُوا اللهَ قِيَاماً وَّقُعُوداً وَّعَلىٰ جُنُوبِكُمْ) یاد کرو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے!

اس نماز کی جو ترکیب بتائی گئی ہے اس کے الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت کے لئے تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت فرما رہے ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کی عدم موجودگی میں ضرورت نہیں کہ اس طرح ایک ہی جماعت کی جائے۔ پھر بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ پس اس کی رو سے دونوں ہی صورتیں جائز سمجھنی چاہئیں کہ ایک ہی جماعت ہو یا الگ الگ دو۔

جہاد میں تکلیف بے شک ہے، مگر یہ تو دشمن بھی بغیر امیدِ اجر کے اُٹھاتا ہے!

آخری آیت میں ارشاد ہو رہا ہے: وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ۔۔۔ (اور دشمن کا تعاقب کرنے میں ڈھیلے مت پڑو۔۔۔) اس سے ان ہی حالات کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو غزوۂ اُحد کے نتیجے میں پیدا ہو گئے تھے، اور ضرورت تھی کہ دشمنوں کا یہ خیال کہ مسلمان نرم چارہ ہیں غلط ثابت کیا جائے اور دوسری طرف مسلمانوں سے شکستہ حوصلگی دور ہو۔ پس جدھر سے بھی خطرہ کی بو سونگھی جاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر کو حسبِ ضرورت کوئی دستہ یا لشکر مع اپنے یا اپنے بغیر روانہ فرما دیتے تھے، جیسے کہ وہ غزوۂ ذات الرقاع تھا۔ اور اسباب و وسائل کی کمی کی بنا پر یہ غزواتی سفر ایسے مشقت آمیز بھی ہو جاتے تھے جیسا مذکورہ غزوے کے حالات میں صحابہ کی زبانی روایت سے لکھا جا چکا ہے، اس لئے یہ فرمانے کے بعد کہ ڈھیلے مت پڑو آگے فرمایا جا رہا ہے: فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللهِ مَا لَا يَرْجُونَ (جس طرح تمھیں دکھوں سے واسطہ اس جد و جہد میں پڑتا ہے دشمنوں کو بھی دکھ لاحق ہوتے ہیں، پر ایک چیز وہ ہے جو تمھیں حاصل ہے انھیں نہیں کہ، تم (اجر و ثواب کی) وہ امید اللہ سے رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ انھیں ان تکلیفوں کے عوض آخرت میں بھی تکلیفیں ہی ملنی ہیں۔ جبکہ تمھارے دامن اجر و ثواب سے بھرے جائیں گے۔ صَدَقَ اللهُ الْعَظِيمُ، وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ!

☆☆☆

حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوریؒ

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند مخصوص اوصاف وکمالات

[سید العلماء والعارفین حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی نور اللہ مرقدہ نے مختلف مستند کتابوں سے ان مضامین کو یکجا کیا تھا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خصائص وکمالات بیان کئے گئے تھے، بعد میں اُن کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم نے کچھ اضافوں کے ساتھ وہ مضامین جمع کر کے ''کمالات نبوت'' نامی کتاب میں شائع کر دئے ہیں —— اس کتاب میں ''رحمۃ للعالمین'' مصنفہ حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوریؒ سے جو مضامین نقل کئے گئے ہیں، ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے ان میں سے چند کا انتخاب ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے —— **مدیر**]

''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ''

(اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے)

رب العالمین نے سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ جس طرح پروردگار کی الوہیت عام ہے اور اس کی ربوبیت سے کوئی ایک چیز بھی لا پرواہ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات وتفہیمات سب کے لئے اور سب کے فائدے کے لئے ہیں اور کوئی شئ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحمت سے خود کو مستغنی ثابت نہیں کر سکتی۔

لفظ رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے لئے ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا دوسرے کے لئے نہیں ہوا، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ'' (اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے) پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جملہ عالمین کے لئے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لئے ہے۔

یہ یادرکھنا چاہئے کہ رحمۃ للعالمین وہی وجود مزکی ٹھہرے گا جس نے اہل عالم کی بہبودوسود، رفاہ وفلاح، خیر وصلاح، عروج وارتقاء، صفاو بہا کے لئے بلاشائبۂ غرض اور بلاآمیزشِ طبع اپنی مقدس تر زندگی کو صرف کیا ہو۔

جس نے بندوں کواللہ سے ملایا ہو، جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کودکھایا ہو۔ جس نے دل کو پاک، روح کوروشن، دماغ کودرست، طبع کوہموار بنایا ہو۔ جس کی تعلیم نے امن عامہ کومستحکم اور مصلحت عامہ کواستوار کیا ہو۔ جوغریبی وامیری، جوانی وپیری، امن وجنگ، امیدوترنگ، گدائی وبادشاہی، مستی وپارسائی، رنج وراحت، حزن ومسرت کے ہردرجہ ہر پایااور ہرمقام پرانسان کی رہبری کرتا ہو۔ جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنوکی دمک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔ جس کی تعلیم نے درندوں کوچوپانی، بھیڑیوں کوگلہ بانی، رہزنوں کوجہانبانی، غلاموں کوسلطانی، شاہوں کواخوانی سکھائی ہو۔ جس نے خشک دریاؤں میں علم ومعرفت کے دریا بہائے ہوں۔ جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب وحکمت کے چشمے چلائے ہوں۔ جس نے خودغرضوں کومحبت قومی کا دردمند بنایا ہو، جس نے دشمنوں کواپنا جگر بند ٹھہرایا ہو۔

وہ غریب کا محب، شاہوں کا تاج، غلاموں کا محسن، بے آسراؤں کا آسرا، دردمندوں کی دوا، مساوات کا حامی، محبت کا جوہری، صدق کا منبع، خاکساری کا نمونہ، اولین انسان، مسکینوں کا ساتھی، آقاؤں کا آقا، یتیموں کا سہارا، بے خانماؤں کا ماویٰ، چارہ گروں کا دردمند، اخوت کا بانی، اخلاص کا مشتری، صبر کا معدن، رحمت ربانی کا پتلا، آخرین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھران جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بے گانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین، دورکرکے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پرایک ہی کلمہ جاری کردیا ہو۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو بندہ کواللہ کی حضوری تک لے جاتا اوراسے ''اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ'' کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اوراللہ اور بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لئے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جودشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اس طرح تعلیم دیتا ہے: اِدْفَعْ

بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۴﴾ (حٰم السجدہ ع ۵) تو (اب) آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے، پھریکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہوجاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو اخوت اور محبت کا نام نعمت الٰہی رکھتا ہے اور فرماتا ہے: ''فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا'' (آل عمران ع ۱۰) سو تم اللہ تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

''وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾'' (مائدہ ع ۲) اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہوجائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی اطلاع ہے۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شہادت واقعہ کے لئے لوگوں کو اس طرح تیار کرتا ہو: ''یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ'' (مائدہ ع ۲) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے: ''وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾'' (روم ع ۳) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی، اس میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے شوہر بیوی کے رشتے کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا بلکہ یوں خبر دی: ''اُدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ﴿۷۰﴾'' (الزخرف ع ۱۷) تم اور تمہاری (ایمان دار) بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے: ''وَلَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ'' (سورۂ بقرہ ع ۲۸) عورتوں کے حق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔

پھر سینیارٹی کے متعلق یہ تعلیم فرماتا ہے: ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ط'' (نساء ع ٦) مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالی نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدو قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:
''مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ط'' (مائدہ ع) جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس نے پھیلایا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جس نے اسے زندہ کیا گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا ہے، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبۂ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحم دِل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لئے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور معمولی سمجھ کا انسان بھی اس لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا۔

ہاں رحمۃ للعالمین وہ ہے جو انسان کو اخلاق فاضلہ اور فضائل محمودہ اور محاسن جمیلہ اور صفات کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔

ماں باپ کی بابت سکھاتا ہے: ''وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾'' (بنی اسرائل ع ۳) اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا انھوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

اس حکم میں فرماں برداری، اطاعت و خدمت گذاری کا حکم بھی دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لئے دعا کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اسی طرح ہر انسان اللہ کے

رحم کا محتاج ہے۔

قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا: ''وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ ''(سورۂ نور ۱۰) اور چاہئے کہ یہ معاف کردیں اور درگذر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالی تمہارے قصور معاف کردے۔

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گذرتا ہے اس لئے اسے سمجھایا گیا ہے کہ انسان معافی کا اللہ تعالی سے خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا؟ یہ اصول بتا دیا: معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔

زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے: ''وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ۗ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝٣٢ ''(بنی اسرائیل) زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ تو بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

''برے راستے'' پر غور کرنا چاہئے۔ ایک عیاش مزاج اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو معیوب نہ سمجھتا ہو، مگر اسے غور کرنا چاہئے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گذرتا لیکن کیا اسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اس کی بیٹی بہو بھی غیر کے بستر پر جائے۔ اگر اس کی غیرت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا راستہ بنا رہا ہے، یہ راستہ سب سے پہلے اس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا، شراب کو ''رجس'' اور ''عمل شیطان'' اور بنائے عداوت و سببِ بغض و سرمایۂ غفلت اور ذریعہ دوری از خدا بتایا۔

(رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۳۳۴ تا ۳۴۵)

شَاهِدًا

قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

''يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا ''(سورہ احزاب ع ٦) (اے نبی ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مومنین کے) بشارت دینے والے ہیں۔)

''إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا ''(سورہ فتح ع ۱) (تحقیق ہم نے بھیجا آپ کو گواہی دینے

والا اور بشارت دینے والا)

''وَفِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ ''(سورۂ حج ع ۱۰)اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ تمہارے (قابل شہادت اور معتبر ہونے کے) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہ ہوں۔)

''وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا''(سورۂ بقرہ ع ۱۷)اور تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہ ہوں گے)

''وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا''(سورۂ نساء ع ۶)(اور آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہی دینے والا بنایا)

شہادت امر واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعہ سے اس امر کا باور کرانا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تیقن کے درجہ تک پہنچایا، امور ذیل کے متعلق تھی۔

ہستی باری تعالیٰ، تقدیس ذات وتنزیہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت، اعمال کا جزا وسزا سے تعلق، جزا وسزا کی حقیقت، وجود عالم معاد، عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعہ۔ ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور برائین قاطعہ سے نبی علیہ السلام نے بیان فرمایا اور پھر اسے اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے تیقن کو ملحدوں اور دہریوں، منکروں اور مادہ پرستوں کے قلب میں مستحکم فرمایا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حصہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت الٰہیہ اور حکمت ربانیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت ونفی پر ذرا موثر نہیں۔ بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہونچانے والی جوشئ ہے وہ شاہد کی ثقاہت، اعتبار اور راستبازی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راستبازی اور اعتبار کی حد یہ تھی کہ جب کفار نے ابوبکر صدیقؓ سے دریافت کیا کہ تم نے کیونکر محمد کو اللہ کا رسول تسلیم کرلیا تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہرقل نے ابوسفیان کے جواب میں کہا تھا کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر جھوٹ نہیں بولا، ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالی پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابوجہل جیسے الد الخصام نے کہا تھا کہ محمد! میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں لیکن شہادت دہندہ کی

ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا یا بقول ابوسفیان نہیں نکال سکتا، بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرنا اپنی ہنسی کرانا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہادت کو دشت وجبل میں آشکارا کیا، بیابان اور شہروں کے سمع اور قلب تک پہونچایا۔ أشھد أن لا الٰہ الا اللہ کے نعرے سے فضائے ارض وسماء کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل و دماغ کو شک وانکار اور تذبذب وگمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا۔ اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اٹھا ہے جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجمی کیا عربی، کیا شرقی کیا غربی، ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار در ہزار اور شمار در شمار بندوں کو ''وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ'' کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا۔ اور اسود واحمر اور عبید و ملوک کو ''كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ'' کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔ شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد عینی موجود ہو گئے ہیں، ملکوں اور قوموں، جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے، تب شاہد اس داوری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے ''أنتم تسألون عني فما أنتم قائلون؟ قالوا: بلغت وأديت ونصحت، فقال بإصبعه يرفعها إلى السماء وينكثها إلى الناس اللّٰهم اشهد اللّٰهم اشهد اللّٰهم اشهد'' وہ پوچھتا ہے کہ لوگو! وہ قاضی جہاں رب زمین وزماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیونکر ادا کیا تو آپ کیا بتائیں گے، سب کے سب متفق اللفظ بول اٹھتے ہیں: جی! حضور نے جتنا کچھ فرمانا تھا اسے خوب ہی فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ وتفہیم کا حق ادا کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کا کھوٹا کھرا پن الگ الگ کر کے دکھا دیا، شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اٹھاتا ہے پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بھیجنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے: یا الٰہی! میری شہادت کو سن لے، میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرما لینا۔

ایسے شاہد پر دل وجان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہ عالم میں شہادت کے لئے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد وشہید فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔

دوسری صفت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ''مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا'' فرمائی گئی ہے، تمام قرآن مجید پر نظر ڈال

جاسکے کسی کی نسبت بشیر ونذیر دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں مبشر ومنذر کے لفظ بھی ہیں اور بشیر ونذیر بھی، اور چونکہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی، اس لئے یہ اوصاف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علو مرتبت نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھئے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی کہ "اَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا" اور کسی جگہ فرمایا "لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ" (ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں (من جانب اللہ خوف وحزن سے بچنے کی) خوشخبری ہے (اور) اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق نہیں ہوا کرتا) اور کسی جگہ فرمایا "فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ" (وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں، سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں)

یہ سب روحانی واخلاقی بشارات ہیں اور انھیں کے لئے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔ انذار کے معنی ڈرائے جانے کے ہیں لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کرسکتا بلکہ اس کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے، انذار کے معنی تو ہیں کہ آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کردیا جائے۔

انبیاءؑ اپنی اپنی امت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے اور برے انجام سے اور برے نتیجے کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی وہمدردی سے پیدا ہوتی ہے، خدا ترسی ورحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوع انسانی اور حب جنس سے اشاعت پاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بدرجۂ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے۔ اور اسی لئے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصۂ فطرت ہوگیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پروانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔

دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہونچایا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا حصہ ہے۔

الف: اسی پہاڑی وعظ کو دیکھو جس پر سے یا آل فہر و یا آل غالب کی آواز سے عرب کو حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا تھا۔

ب: اس خلوت کدہ کا خیال کرو جہاں مکہ سے دور اور دامان کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابو ارقم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔

ج: کوہ طائف کا واقعہ یاد کرو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون جسم سے بہہ رہا تھا، جوتے میں جم رہا تھا اور زبان مبارک پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔

د: عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''**یاأیھا الناس قولوا لاالٰہ الااللہ تفلحوا**'' کا نعرہ لگا رہے ہیں، اور سنگدل ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جا رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ بتا رہا ہے۔

ہ: مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھاٹی عقبہ کا تصور کرو تاریکی چھا گئی ہے، بے پناہ مسافر اس پر خطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے مگر راستہ کی صعوبت اور خطرات راہ کے تصور نے یثرب کے قافلے کو اسی جگہ ٹھہرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ نور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریکی میں یکہ وتنہا اس لئے گام فرسا ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔

و: کوہ تنعیم کے دامن تک نظر بڑھاؤ، چالاک دشمن نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے یارو مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گستاخانہ لہجہ اور متکبرانہ انداز سے جگایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی دعوت الی اللہ کو فراموش نہیں کرتے، اسے وہی مبارک نام سناتے ہیں جو غافل انسان کے زنگ آلود دل کے حجاب کو اٹھا دیتا ہے جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

ز: راہ ہجرت کی سیر کرو، سیکڑوں میل کا سفر درپیش ہے، خشک پہاڑیوں اور بے آب گیاہ میدانوں سے دو اونٹ گذر رہے ہیں جنھوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے، سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب دو مخلص اور ایک وفادار ہے، کینہ توز دشمن کے تعاقب کا ہر لحظہ خطرہ لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور راہروؤں کو تیز گامی سے لے جا رہا ہے، پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوت الی اللہ کے فرض کو نہیں بھولے ہیں، ام معبد الخزاعیہ، سراقہ بن مالک المدلجی اور بریدہ بن الحصیب اسلمی اور اس کے ستر ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس خشک بیابان ہی میں آب حیات پیا اور چشمۂ زندگی حاصل کیا ہے۔

ج: آٹھ یوم کی شبانہ روز تگاپو کے بعد اللہ کا رسول قبا پہنچ گیا ہے، صبر آزما سفر بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیتا ہے مگر حضور ﷺ اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں جہاں سے ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الصلوٰۃ'' کی صدا ہر صبح و مساء پہاڑیوں سے ٹکراتی غافلوں کو جگاتی، شائقوں کو بلاتی، آج تک داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

ط: حضور ﷺ قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں، اہل مدینہ زن و مرد، پیر و جوان، یہود و نصاریٰ، صابی و تر سا بھی اہل ایمان کی طرح ہمہ راہ چشم اور ہمہ تن شوق بند رہے ہیں۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور اللہ کا رسول اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لئے ٹھہر جاتا ہے، بنی سلیم کے قلوب سلیم کو تقویٰ کے رنگ میں رنگین بنا تا رضوان ربانیہ کی نوید سے شاد کام فرماتا ہے۔

ی: مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس اور خزرج کا ہر شخص دیدہ و دل کو حضور ﷺ کے لئے فرش راہ بنائے ''بامی وامی'' ''بابی وامی'' عرض کر رہا ہے مگر حضور اکرم ﷺ دعوت الی اللہ کے لئے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں، وہ کوچہ میں صاف زمین پر اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، وہ ناک چڑھاتا تیوری پر بل ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے: اے محمد! (ﷺ) تم نے تو گرد سے اور تمہاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا ہے، نبی ﷺ ہنس پڑتے ہیں اور آیات قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا انجام فرماتے ہیں۔

ک: ربیع بنت معوذ ایک شب کی بیاہی ہوئی دلہن کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حربیہ اشعار فخریہ لہجے میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

ل: سسکتی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں اس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے بچے ابراہیم کی لاش پر بیٹھے ہیں اس وقت بھی حاضرین کو سخط اور رضاء الٰہیہ کے معنی سمجھاتے استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

م: آخری مرض ہے، گیارہ دن کی تپ شدید اور دردسر میں ذرا تخفیف ہوئی ہے، ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا مگر دعوت الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے، سر پر پٹی باندھے ہوئے عباسؓ و علیؓ کے کندھوں پر سہارا دئے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے ہیں، منبر پر نہ کھڑا ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے، اس کے زیریں منبر پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت بالغہ و مواعظ مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

ن: آخری دن ہے، سفر آخرت میں صرف پانچ گھنٹے کا وقفہ رہ گیا ہے، مسلمان صبح کی نماز کے لئے مسجد میں جمع ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضعف اور شدت دردسر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پٹھوں سے نرم بنایا گیا ہے لیٹے ہیں، دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر تازہ حرارت پیدا کر رہا ہے، مسجد اور حجرۂ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا اسے ہٹاتے ہیں، تھوڑی دیر تبسم کے ساتھ اس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک اللہ کی عبادت کے لئے سیکڑوں مسلمانوں کے ایک دل ایک جہت اور ایک آواز ہونے سے پیدا ہوگیا تھا، اب پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

س: آخری گھڑی ہے، بیٹی، بیوی، نواسے اس تنگ حجرہ میں جمع ہیں جس کے اندر دس سے زیادہ اشخاص کے لئے گنجائش نہیں ہے، اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور ترحم بر عباداللہ کی تعلیم زبان پر ہے، ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ وماملکت أیمانکم'' نماز نماز اور لونڈی غلاموں کے حقوق۔

ع: آخری سانس ہے، دیدۂ حق بیں کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے ''اللھم الرفیق الاعلی'' کہتے ہوئے چشم حق بیں کو فانی نظاروں سے بند کرلیا ہے۔ ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہو رہا ہو۔ اس لئے ''دَاعِیًا إِلَی اللّٰہِ بِإِذْنِہٖ'' کا خطاب نبی علیہ ﷺ ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی لئے خداوند کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صفت سے معرف فرمایا۔

سِرَاجًا مُّنِیْرًا

سورۂ فرقان میں اور سورۂ نوح میں آفتاب کو ''سِرَاجًا'' اور سورۂ نبا میں ''سِرَاجًا وَّھَّاجًا'' فرمایا ہے مگر ''سِرَاجًا مُّنِیْرًا'' ایسا لفظ ہے جس کا استعمال ذات پاک نبوی علیہ ﷺ کے سوا کسی کے لئے نہیں فرمایا گیا۔

نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے کیونکہ اس نظام کے جملہ سیاروں کا قبلۂ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے یہی نیرّ اکبر ہے۔

عالم کون وفساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے اس کی حرارت، اس کا نور ہر ایک شئ کے وجود وقیام پر گہرا اثر رکھتا ہے، ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔ اب خداوند کریم عالم روحانی کے نیر اعظم کو اپنے نور میں دکھاتا ہے اور سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''سِرَاجًا مُّنِیْرًا'' کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے، جو، سچ ہے کہ، جملہ سیارگان سماء نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی۔

آفتاب رات کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر وشرک کو محو کر دیا ہے، آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی ہے انھیں چھپا لیتی ہے، سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہیمن ثابت ہوتی ہے، آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے، سراج منیر کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرۂ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کرتا ہے لیکن اس سراج منیر نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت وجہالت کی تاریکی، کفر وشرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیر، رواج کی گھٹا، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے، دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے، خلا کو نورانی تعلیم سے، دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو بھی دیکھ سکنے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود ''أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم'' ثابت ہوئے ہیں، وہ جو مدت سے راہ ور ہنما گم کردہ تھے اب خضر راہ بنے۔

بعض شپر چشم آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بوم طبع رات کی تاریکی میں ہی میں پر و بال کھولتے ہیں، یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوار محمدی کی تاب نہیں لا سکتے اور ضوء رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے، مومنین کو تو اس سراج ربانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔

(انتخاب از کمالات نبوت مرتبہ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی ص ۱۱۴ تا ۱۳۳ بحوالہ رحمۃ للعالمین ص ۳۳۳ ج ۲)

مولانا عتیق احمد بستوی قاسمی

دورِ حاضر میں اسلامی سزاؤں کی معنویت

(جرمِ زنا کی سزا)

(پہلی قسط)

قرآن مجید انسانیت کے لئے کتاب ہدایت:

قران مجید اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت ہے، قرآن کریم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایت کے لیے کوئی دوسری کتاب آنے والی نہیں، وحی کا سلسلہ موقوف ہو چکا ہے، احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلۂ نبوت و رسالت تکمیل کو پہنچ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (احزاب: ۴۰) (محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، البتہ اللہ کے رسول ہیں اور (سب) نبیوں کے ختم پر ہیں)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی، تکمیل دین اور اتمام نعمت کا اعلان کر دیا گیا، ارشاد باری ہے: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (مائدہ: ۳) (آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین کے پسند کر لیا)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامی) جو شریعت لے کر آئے وہ کامل ترین اور جامع ترین شریعت ہے، قیامت تک انسانوں کے لیے یہی شریعت دستور حیات اور سفینۂ نجات ہے، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس شریعت پر چلنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی مخالفت سے روکا گیا ہے۔

اتباع شریعت کا حکم

ارشاد ربانی ہے ’’ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (جاثیہ:۱۹۔۲۰) (پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا، سو آپ اسی پر چلے جایئے اور بے علموں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے، وہ اللہ کے مقابلے میں ذرا بھی کام نہیں آسکتے، اور حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور پرہیزگاروں کا دوست تو اللہ ہے)

مسلمانوں کو قرآن میں بار بار ہدایت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام وتعلیمات کی پیروی کریں، کسی دوسری راہ پر چلنے سے باز رہیں۔ اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ (اعراف: ۳) (پیروی اس کی کرو جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا اور اللہ کو چھوڑ کر (دوسرے) رفیقوں کی پیروی نہ کرو، کم ہی تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو)

اسلامی نظام زندگی کی جامعیت

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے قرآن کے ذریعہ جو آخری نظام زندگی بھیجا ہے وہ بڑا ہی جامع اور کامل ہے، زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی شعبوں کے لئے اس میں بنیادی رہنما تعلیمات موجود ہیں، عقائد، عبادات، اخلاق سے لے کر معاملات، مناکحات، حدود وقصاص تک کی بنیادی تعلیمات اس معجزانہ کتاب میں پائی جاتی ہیں، سیاست، معیشت ومعاشرت، قانون، بین الاقوامی تعلقات، نفسیات اور سماجیات وغیرہ کے ایسے نظریات ومبادی اس کتاب میں سموئے ہوئے ہیں جن کا تصور بھی قدیم ادوار میں نہیں کیا جاسکتا تھا اور اس دور کے قابل سے قابل ماہرین قانون، اقتصادیات، سیاسیات، سماجیات کا دماغ بھی، ان بلند پایہ نظریات کا پورے طور پر ادراک نہیں کرسکا ہے۔

قرآن اور جرم وسزا:

قرآن پاک کی بہت سی آیات جرائم اور ان کی سزاؤں سے متعلق ہیں، انسان فضائل ورذائل کا مجموعہ ہے، اس میں خیر وشر دونوں کی صلاحیت رکھی گئی ہے قرآن میں انسانوں کی نفسیات کے بارے میں بڑے معجزانہ بیانات اور انکشافات ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ سے زیادہ انسانی نفسیات کو کون جان سکتا ہے،

وہی انسان کا خالق و مالک ہے۔ ’’أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ‘‘ (سورۃ الملک: ۱۴) (کیا وہی آگاہ نہ ہوگا جس نے پیدا کیا اور وہ تو (بڑا ہی) باریک بین اور (پورا) باخبر ہے)

انسان مجموعۂ خیر وشر:

انسان میں خیر وشر دونوں کا مادہ موجود ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پیدا فرمایا ہے کہ اس میں اچھے کام کرنے اور برے کام کرنے دونوں کی صلاحیت موجود ہے، اچھا برا پہچاننے، خیر وشر میں تمیز کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو عقل وفہم کی صلاحیت سے نوازا، آسمانی کتابیں اور انبیاء بھیجے تاکہ انسان کی کامل رہنمائی ہو، انسان کا امتحان یہی ہے کہ وہ گمراہی کے راستے سے بچے اور نجات کے راستے پر چلے، برائیوں کو چھوڑ کر اچھائیوں کو اپنائے۔ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس: ۷-۱۰) (اور جان کی قسم اور اس کی جس نے اسے درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور اس کی پرہیزگاری (دونوں) کا اسے القاء کیا۔ وہ یقیناً بامراد ہوگیا جس نے اپنے کو پاک کرلیا اور وہ یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔

أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَى نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ (سورۃ سجدۃ: ۱۸-۲۰) (تو کیا جو کوئی مومن ہے وہ اس جیسا ہے جو نافرمان ہے (نہیں) یکساں نہیں ہوسکتے، جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے سو ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے (نیک) اعمال پر بہ طور مہمانی کے ہیں اور جو لوگ نافرمان رہے سو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ لوگ اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں ڈھکیل دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا دوزخ کا وہ عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے)

خیر وشر کی شناخت

اللہ جل شانہ کا انسانیت بلکہ اس کائنات پر ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے خیر وشر، معروف ومنکر کی شناخت کو صرف عقل انسانی کے حوالہ نہیں کیا، بلکہ انبیاء بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر خیر وشر، معروف ومنکر، اعمال صالحہ اور اعمال فاسدہ کی حد بندی فرمائی اور ایسے بنیادی اصول مقرر فرما دیے جن کی روشنی میں ہر

زمانہ اور ہر ملک میں خیر وشر، معروف ومنکر کی شناخت کی جاسکتی ہے، اگر خیر وشر کا مسئلہ عقل انسانی پر چھوڑ دیا جاتا تو خیر وشر کے پیمانے بدلتے رہتے اور کسی نظریہ اور فکر پر ثبات نہ ہوتا۔

عقل سے خیر وشر کی شناخت

جو لوگ وحی الٰہی کی رہنمائی کے بغیر صرف عقل انسانی کی بنا پر خیر وشر، نفع وضرر، معروف ومنکر کا فیصلہ کرتے ہیں، قانون سازی کرتے ہیں وہ اندھیری رات میں بھٹکتے رہتے ہیں اور بچوں کے مٹی کے گھروندے کی طرح قانون بناتے اور بدلتے رہتے ہیں، شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کے بہ قول

تھا جو نا خوب زمانے میں وہی خوب ہوا — کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

دور قدیم میں جو چیزیں تمام اقوام ومذاہب میں بے حیائی، جرم اور بدکاری شمار ہوتی تھیں ان میں سے کتنی چیزیں اب فن اور ہنر بن چکی ہیں بہت سے ممالک کے قوانین میں انہیں جائز اور بنیادی حق قرار دیا جا چکا ہے، زنا کاری عیب نہیں بلکہ ہنر ہے بہ شرطیکہ باہمی رضامندی سے ہو، مردوں عورتوں کا بے محابا اختلاط بے حیائی شمار ہوتی تھی اب یہ ہنر اور کلچر ہے، لڑکوں کے لئے گرل فرینڈ تلاش کرلینا اور لڑکیوں کے لئے بوائے فرینڈ تلاش کرلینا اور ان سے ہر قسم کے تعلقات قائم کرلینا ہنر بن چکا ہے، لڑکے لڑکیوں کا یہ قانونی حق ہے کوئی انہیں روک نہیں سکتا، اگر کوئی لڑکی فرینڈ نہ بنا سکے تو یہ عیب شمار ہوتا ہے، سمجھا جاتا ہے وہ سوشل نہیں ہے، اس کی حیثیت گرجاتی ہے۔

ہم جنسی اور دور حاضر:

ہم جنسی جو تمام اقوام ومذاہب میں سنگین ترین جرم شمار ہوتی تھی اور قوانین میں اس پر سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی امریکہ، یورپ وغیرہ کے بہت سے ملکوں اور صوبوں میں اس کی قانونی اجازت دے دی گئی ہے، اور ہم جنسی کرنے والوں کو قانونی تحفظ حاصل ہے، کروڑوں انسان اس مہلک وبا میں مبتلا ہیں اور ان کی بڑی بڑی ملکی اور بین الاقوامی تنظیمیں ہیں، بہت سے ملکوں میں اس طبقہ کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ وہ حکومت سازی میں اثر انداز ہے اور دور کیوں جایئے خود اپنے ملک ہندوستان میں ہوا کا رخ یہ ہے کہ دہلی ہائی کورٹ نے ایک کیس کے فیصلہ میں ہم جنسی کی تائید کی ہے اور تعزیرات ہند میں ہم جنسی کی سزا کی دفعہ کی من مانی تشریح کرڈالی ہے، اس فیصلہ کے خلاف بہت سی تنظیموں اور افراد نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے، مرکزی حکومت کا رویہ بھی اس معاملہ میں نرم ہے اور وہ گومگو کی شکار ہے۔

دور حاضر میں عریانیت:

ماضی میں تمام متمدن اقوام میں عورتوں کے لئے شرم وحیا شرافت کی علامت تھی، عورت کے بارے میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ وہ عریاں اور نیم عریاں لباس میں رہے، ساتر لباس پہننا اور حتی الامکان جسم کو ڈھاکے رکھنا عورتوں کے لئے قابل ستائش بات تھی لیکن مغربی تہذیب کے اثر سے عورتوں کے جسم سے لباس اتر چکا ہے، عموماً مردوں کا لباس بھرپور اور ساتر ہوتا ہے اور عورتوں کا لباس نیم عریاں والا، بلکہ بسا اوقات جسم نازک پر صرف لباس کی تہمت ہوتی ہے۔

اکبرالہ آبادی مرحوم نے اپنے دور میں چند عورتوں کو بے پردہ دیکھ کر کہا تھا۔

بے پردہ نظر آئیں جو دو چار بیبیاں　　اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ یہ کیا ہوا　　کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

اگر آج کا ماحول انہیں دیکھنا پڑتا تو خدا جانے ان پر کیا گزرتی اور کن الفاظ میں ان حالات کا مرثیہ لکھتے۔

حجاب پر قانونی پابندی:

فتنہ یہیں پر نہیں رکا بلکہ اب تو عورتوں کو قانوناً بے لباس بنایا جارہا ہے، پردہ تو بڑی چیز ہے یہ بھی گوارا نہیں کہ عورت سر پر اسکارف باندھ سکے، مختلف مغربی ممالک (فرانس وغیرہ) میں اسکارف پر قانوناً پابندی عائد ہوچکی ہے اور اسکارف پہننے پر جرمانہ لگایا جاتا ہے، شرمناک بات ہے کہ فرانس اس معاملہ میں سب سے پیش پیش ہے جب کہ اہل فرانس اپنے کو حریت، جمہوریت، مساوات اور آزادی رائے اور آزادیٔ مذہب کا سب سے بڑا علمبردار سمجھتے ہیں۔

حدود اور قصاص:

قرآن کریم نے چند جرائم اور ان کی سزاؤں کا متعین طور پر ذکر فرمایا ہے اور ان کے بارے میں کوئی نرمی اور ڈھیل نہیں رکھی ہے، انہیں فقہاء ''حدود'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ نام بھی قرآن پاک سے لیا گیا ہے، حدود کے علاوہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں قصاص اور اس کے متعلقات کا ذکر ہے۔

مقاصد شریعت:

شریعت کا مقصد بندوں کے دین، جان، مال، عقل اور نسل کی حفاظت ہے، اسلامی شریعت کے سارے احکام اور تعلیمات مثبت یا منفی شکل میں انہیں چیزوں کی حفاظت وصیانت سے تعلق رکھتی ہیں،

اسلامی سزاؤں کا تعلق بھی انہیں مقاصد سے ہے۔

قرآن میں زنا کی مذمت اور شناعت:

جن جرائم کی سزاؤں کا ذکر قرآن پاک میں ہے ان میں سے ایک زنا ہے، زنا کی سزا کا حکم آنے سے پہلے قرآن پاک نے زنا کو حرام قرار دیا، اہل ایمان کو زنا کے قریب جانے سے سختی سے منع فرمایا اور مسلمانوں کے دل ودماغ میں زنا کی کراہیت اس طرح بٹھادی کہ اس عمل کو سوچ کر گھن محسوس ہونے لگے۔

سورۂ اسراء میں جہاں اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو بہت سی چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت سے کاموں سے روکا ہے، زنا سے بھی بڑی حکمت اور شدت سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے: ’’وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ‘‘ (اسراء: ۳۲) (اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ، یقیناوہ بڑی بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔

سورۂ فرقان میں عباد الرحمن (رحمن کے بندے) کی صفات میں خصوصیت سے زنا نہ کرنے کا بھی ذکر ہے) ’’وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا‘‘ (فرقان: ۶۸-۶۹) (اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس (انسان کی) جان کو اللہ نے محفوظ قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے، مگر ہاں حق پر، اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا، قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا جائے گا اور وہ اس میں (ہمیشہ) ذلیل ہوکر پڑا رہے گا)

سورۂ مومنون میں کامیابی پانے والے مومنین کی جن صفات کا خصوصیت سے ذکر ہے ان میں زنا کاری سے بچنا بھی ہے، ارشاد باری ہے۔ ’’وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ‘‘ (مومنون: ۵-۷) (اور جو اپنی شرم گاہوں کی نگہداشت رکھنے والے ہیں، ہاں البتہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے نہیں کہ (اس صورت میں) ان پر کوئی الزام نہیں، ہاں جو کوئی اس کے علاوہ کا طلبگار ہوگا سو ایسے ہی لوگ حد سے نکل جانے والے ہیں)

ایمان لانے والی عورتوں سے جن امور پر بیعت لی جاتی تھی ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ زنا کا ارتکاب نہیں کریں گی۔ (ممتحنہ: ۱۲)

زنا گھناؤنا جرم ہے:

قرآن کریم کی مختلف آیات میں زنا کا ذکر ''فاحشہ'' یا ''فحشاء'' کے لفظ سے ہے اور مفسرین نے ''فواحش'' میں زنا کو بالاتفاق شامل کیا ہے، زنا کی سزا کے بارے میں نازل ہونی والی پہلی آیت میں زنا کا ذکر لفظ ''فاحشہ'' کے ساتھ کیا گیا ہے، فاحشہ کا ترجمہ گھناؤنا جرم کیا جاسکتا ہے، اس آیت کے سیاق وسباق میں زنا کا تذکرہ اس طور پر کیا گیا کہ اگر طبیعت میں سلامتی ہو اور فطرت مسخ نہ ہوئی ہو تو واقعی انسان کو زنا کے تصور سے گھن محسوس ہونے لگے، ارشاد باری ہے۔ ''وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾'' (سورۃ نساء) (اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر چار (آدمی) اپنے میں سے گواہ کرلو، سو اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں کے اندر بند کردو، یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے، یا اللہ ان کے لئے کوئی (اور) راہ نکال دے، اور تم میں سے کوئی دو جو وہ کام کریں انہیں اذیت پہنچاؤ، پھر اگر دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے تعرض نہ کرو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بڑا مہربان ہے)

زنا کے سدباب کے لئے احتیاطی احکام:

اسلام کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جن چیزوں کو قابل سزا جرم قرار دیتا ہے انہیں روکنے کے لئے دوہرے انتظامات کرتا ہے ایک طرف ان جرائم پر اکسانے والے اسباب کا سد باب کرتا ہے ان پر بندش عائد کرتا ہے تاکہ انسان میں ان جرائم کا داعیہ نہ پیدا ہو، دوسری طرف وہ جرائم جن فطری ضرورتوں اور خواہشات کے غلط رخ پر پڑ جانے کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں انہیں جائز طریقوں سے پورا کرنے کا حکم دیتا ہے اور ان جائز طریقوں کو فراواں اور سہل بناتا ہے۔

چنانچہ زنا کو روکنے کے لئے اسلام نے ایسی بہت سی تعلیمات دیں جو زنا کے محرکات کو روکنے والی ہیں، اسلام نے مرد وزن کے بے محابا اختلاط کو منع فرمایا، عورتوں کو خصوصیت سے مکمل ساتر لباس پہنے اور حتی الامکان پردہ میں رہنے کا حکم دیا، مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کی ہدایت دی، غیر محارم سے پردے کا حکم دیا، کیونکہ جب مرد وزن کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، بے تکلفی کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے

رہتے ہیں، نگاہیں لڑتی ہیں تو رفتہ رفتہ زنا تک نوبت پہنچ جاتی ہے، کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کے حکم کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اچانک بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کی صورت میں گھر کی عورتیں پردہ نہیں کر پائیں گی، ساتر لباس میں نہیں ہو پائیں گی اور ناپسندیدہ اختلاط ہوگا، اس تمہید کی روشنی میں قرآن کی درج ذیل آیات کا مطالعہ کیجئے اور اسلام کے نظام عفت وعصمت کی قدر کیجئے۔

(۱) ''يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾'' (سورۃ احزاب) (اے نبی آپ کہہ دیجئے: اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور (عام) ایمان والوں کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر نیچی کرلیا کریں اپنی چادریں تھوڑی سے، اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی اور اس لئے انہیں ستایا نہ جائے گا اور اللہ تو بڑا مغفرت والا، بڑا رحمت والا ہے)

(۲) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ (سورۃ احزاب) (اے نبی کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو جب کہ تم تقویٰ اختیار کر رکھو، تو بولی میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے لگے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدے کے موافق بات کیا کرو، اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی مت پھرو، اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے (نبی کے) گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو خوب نکھار دے)

(۳) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ

التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ ۔(سورۃ نور) (آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے، بے شک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں، اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر ہاں جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں، مگر اپنے شوہر پر اور اپنے باپ پر اور اپنے شوہر کے باپ پر اور اپنے بیٹوں پر اور اپنے شوہر کے بیٹوں پر اور اپنے بھائیوں پر اور اپنے بھائیوں کے لڑکوں پر اور اپنی (ہم مذہب) عورتوں پر اور اپنی باندیوں پر اور ان مردوں پر جو طفیلی ہوں (اور عورت کی طرف) انہیں ذرا توجہ نہ ہو اور ان لڑکوں پر جو ابھی عورتوں کی پردہ کی بات سے واقف نہیں ہوئے ہیں، اور عورتیں اپنا پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو اے ایمان والو تا کہ تم فلاح پاؤ)

(۴) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰی لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾ ۔(سورۃ نور) (اے ایمان والو تم اپنے (خاص) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرلو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو، تمہارے حق میں یہی بہتر ہے، تا کہ تم خیال رکھو، پھر اگر ان میں تمہیں کوئی (آدمی) معلوم نہ ہو تو بھی ان میں نہ داخل ہو جب تک تم کو اجازت نہ مل جائے، اور اگر تم سے کہہ دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو، یہی تمہارے حق میں پاکیزہ تر ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے)

(۵) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ

حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾۔(سورۃ نور)(اے ایمان والو تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو (لڑکے) حد بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں ان کو تم سے تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک) نماز صبح سے پہلے (دوسرے) جب دوپہر میں اپنے کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) بعد نماز عشاء، (یہ) تین وقت تمہارے پردے کے ہیں، ان (اوقات) کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے نہ ان پر، وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، کوئی کسی کے پاس، اسی طرح اللہ تم سے احکام کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا، بڑا حکمت والا ہے اور جب تم میں کے لڑکے بلوغ کو پہنچ جائیں تو انہیں بھی اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان کے اگلے لوگ اجازت لے چکے ہیں اسی طرح اللہ تم سے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑا حکمت والا ہے)

نکاح کی ترغیب اور ہمت افزائی:

انسان کی جنسی خواہش کی بے راہ روی اور طغیانی انسان کو بدکاری (زنا) تک پہنچاتی ہے، اسلام نے انسان کی اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے جائز راستے متعین کئے اور انہیں آسان بنایا، اسلام نے رہبانیت کی دعوت دینے کے بجائے نکاح کرنے کا حکم دیا اور نکاح کو آسان بنایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (نور:۳۲-۳۳)(اور تم اپنے بے نکاحوں کا نکاح کرو اور تمہارے غلام اور باندیوں میں سے جو اس کے (یعنی نکاح کے) لائق ہوں ان کا بھی، اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا، اور اللہ بڑا وسعت والا بڑا جاننے والا ہے)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکاح کو اپنی اور دوسرے انبیاء کی سنت قرار دیا اور نوجوانوں کو نکاح کرنے اور ازدواجی زندگی گذارنے کا حکم فرمایا۔یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء۔(بخاری ومسلم)(اے جوانو تم میں سے جس میں شادی کے اخراجات اٹھانے کی استطاعت ہو وہ شادی کرے، کیونکہ نکاح نگاہ کو پست رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے، اور جس میں استطاعت نہ ہو وہ روزہ کا اہتمام کرے، روزہ

اس کی شہوت کو کچل دے گا)

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة (ابوداؤد، نسائی) (ایسی عورتوں سے شادی کرو جو خوب محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی ہوں، کیونکہ میں روز قیامت تمہاری کثرت پر فخر کروں گا)

اسلام نے نکاح کو آسان کیا اور جنسی خواہش جو ایک فطری خواہش ہے اس کی تکمیل کے جائز راستے کو آسان سے آسان بنانے کی کوشش کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''أعظم النكاح بركة ايسره مؤنة'' (سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جو مصارف کے اعتبار سے سب سے ہلکا ہو)

ایک سے زائد شادیوں کی اجازت:

اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی بھی اجازت دی، اگر انسان ایک سے زائد بیویوں کے مصارف اٹھا سکتا ہو اور بیویوں کے درمیان انصاف کرسکتا ہو تو اسے ایک سے زائد بیوی رکھنے کی اجازت ہے، اور اس کی آخری حد چار بیویاں ہیں، اسلام میں تعدد ازداوج کی اجازت بھی زنا کا سدِ باب کرنے کے لئے ہے کہ اگر ایک بیوی سے جنسی خواہش کی مکمل تسکین نہیں ہو پارہی ہے تو وہ مزید شادی کرکے اپنی یہ ضرورت پوری کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: '' وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا ﴿٣﴾ '' (سورۃ نساء) (اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے باب میں انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو، دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا جو کنیز تمہارے ملک میں ہو، اس میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٢٩﴾ ۔ (سورۃ نساء) (اور تم سے یہ تو ہو ہی نہیں سکے گا کہ تم بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرو، خواہ تم اس کی (کیسی ہی) خواہش رکھتے ہو تو تم بالکل ایک ہی طرف نہ ڈھلک جاؤ اور اسے بے سہارا لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو، اور اگر تم (اپنی) اصلاح کرلو اور تقویٰ اختیار کئے رہو تو اللہ بے شک بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے)

اسلام نے زنا پر سخت ترین سزا مقرر کرنے سے پہلے ایسا سماج تشکیل کیا جس میں بے حیائی اور بدنگاہی کے امکانات کم سے کم ہوں اور عفت وعصمت کا ایسا نظام قائم کیا جس میں بدکاری کے تمام راستے اور سوراخ بند ہوں اور جائز طریقہ پر جنسی خواہش پورا کرنا انتہائی آسان ہو۔

جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مولانا محمد سلمان بجنوری ✶

چند روز
ایک دُکانِ معرفت میں

[اللہ رب العزت نے اپنے فضل وکرم سے اس سال ماہ رمضان کا اخیر عشرہ افریقی ملک زامبیا کے دارالحکومت لوساکا کی مسجد عمر میں برکۃ العصر شیخ المشائخ، حضرت اقدس مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کے زیر سایہ گزارنے کی عظیم سعادت سے بہرہ ورفرمایا، جس میں دارالعلوم دیوبند کے دوموقر اساتذہ کرام: جناب مولانا خضر محمد صاحب زید مجدہم اور جناب مولانا منیر الدین صاحب زید مجدہم کی رفاقت حاصل رہی۔ اس موقع پر..... محترم حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد صاحب نعمانی ندوی دامت برکاتہم نے فرمائش کی کہ 'الفرقان' کے لیے اس سفر کے تاثرات قلم بند کردئے جائیں۔ ذیل کی سطور اسی حکم کی تعمیل میں پیش خدمت ہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ یہ مضمون ذیقعدہ یا ذی الحجہ کے شمارے میں شائع ہوتا، لیکن یہ ناچیز دارالعلوم کے تعلیمی سال کے آغاز کی اضافی مصروفیات کی وجہ سے اسے مکمل نہیں کرپا رہا تھا، بہرحال اب، اس تاخیر پر معذرت کے ساتھ حاضر کررہا ہوں، گرقبول افتدز ہے عزوشرف ——— سلمان]

اپنے اکابر کے حالات میں بار بار یہ بات پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ تیرہویں صدی ہجری کے درمیانی حصہ میں ضلع مظفرنگر کے چھوٹے سے قصبے تھانہ بھون کی مسجد پیر محمد والی (جو بعد میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے نام سے مشہور عالم ہوئی) کو اہل دل کے حلقہ میں دکان معرفت کہا جاتا تھا اس لیے کہ اس وقت اس مسجد میں قطب عالم حضرت اقدس میاں جی نور محمد جھنجھانوی قدس سرہ کے تین عالی مرتبت خلفاء سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ اور حافظ محمد ضامن شہیدؒ قدس اللہ اسرارہم کا قیام تھا اوران کے ذریعہ معرفت کی مے تقسیم ہورہی تھی، اس کے بعد اسی مے خانہ معرفت کے رندوں نے گنگوہ، دیوبند، رائے پور، سہارنپور، دہلی، کاندھلہ، منگلور وغیرہ مقامات پر بیٹھ کر محبت ومعرفت کا وہ بازار گرم کیا کہ جنیدؒ و بایزیدؒ کی یادیں تازہ ہوگئیں، یہی وہ مسجد ہے جس کے فیوض وبرکات سے یہ خطہ آج بھی مالا مال ہے

✶ استاذ دارالعلوم دیوبند

اور یہی وہ فیض ہے جس نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے اخلاف کے علمی ورثہ کے ساتھ امتزاج پا کر دارالعلوم دیوبند کی شکل اختیار کرکے پورے عالم کو منور کیا اور وہ حق وصداقت، علم ومعرفت اور قرآن وسنت کی صحیح تشریح وترجمانی کا ان آخری صدیوں میں سب سے کامیاب مرکز قرار پایا۔

لیکن ہمیں یہ تصور بھی نہیں تھا کہ اس دکان معرفت کا کوئی بھرپور نمونہ ہمیں اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھنے کا موقع نصیب ہوگا اور وہ بھی ہندوستان سے کالے کوسوں دور، کالوں ہی کے دیس میں آٹھ نو گھنٹہ کی پرواز کی دوری پر، مگر یہ سعادت الحمدللہ ہمیں حاصل ہوئی اور وہاں پورا عشرہ گزارنے کا شرف ملا جہاں دن رات ہر ایک کو یہ سبق پڑھایا جارہا تھا کہ ؎

یہ جہاں تیرے لیے ہے تو خدا کے واسطے

اور جہاں قلوب میں وہ غم عاشقی پیدا کرنے کی محنت ہورہی تھی جس کے حصول کے بعد عاشق یہ کہتا ہے ؎

ترا غم بھی مجھ کو عزیز ہے کہ وہ تیری ہی دی ہوئی چیز ہے

اور پھر قلب کی گہرائیوں سے اس پر مسرور ہوکر وہ یہ دعا کرتا ہے ؎

تیرے عشق نے مجھے غم دیا میرے غم کی عمر دراز ہو

فالحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات

چونکہ ہماری وہاں حاضری حضرت کی دیوبند تشریف آوری کا نتیجہ تھی اس لیے پہلے چند سطور حضرت کے سفر دیوبند کے بارے میں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت کی دیوبند تشریف آوری اور ہماری وابستگی

گذشتہ سال (2011) کے آغاز سے ہی یہ سننے میں آرہا تھا کہ حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہ دیوبند تشریف لانے والے ہیں اس وقت اس خبر کو سن کر دل میں اسی انداز کی خوشی تھی جیسی بہت سے اکابر اور مشائخ کے تشریف لانے پر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حضرات اکابر رحمہم اللہ کے انفاس طیبہ کی برکت سے دارالعلوم دیوبند میں ہر علاقہ، ہر طبقہ اور ہر درجہ کے علماء کرام اور مشائخ عظام کی تشریف آوری ہوتی رہتی ہے، بس یہ کہ متعارف شخصیات آتی ہیں تو کچھ زیادہ خوشی اور رونق ہوجاتی ہے، اسی طرح کے تاثرات دل میں حضرت کی تشریف آوری سے متعلق تھے۔ اور اس سلسلہ میں جو مساعی جمیلہ حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی مدظلہ ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے ہورہی تھیں یا حضرت کے پروگرام

مرتب کرنے کے لیے جو بھاگ دوڑ حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی مدظلہ اور حضرت مولانا صلاح الدین سیفی زید مجدہم کر رہے تھے ان سے ہمارا کوئی واسطہ نہ تھا، بس یہ ذہن میں تھا کہ دارالعلوم دیوبند کی جانب سے جو ذمہ داری حضرت کے پروگرام یا ضیافت سے متعلق ہمارے حوالہ ہوگی اس کو انجام دیا جائے گا اور اسی میں حضرت سے ملاقات کا موقع بھی مل جائے گا۔

لیکن جب حضرت کا قافلۂ خیر دیوبند پہنچا تو اکابر کی اِس سرزمین اور مرکز علم وعمل دارالعلوم دیوبند کی بہاریں اپنے عروج کو پہنچ گئیں اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ چمنستان اکابر اپنے معنوی فرزند اور اپنے اسلاف کے روحانی خلف ارشد کے لیے سراپا انتظار تھا اور خود حضرت کو دیکھ کر ایسا لگا جیسے کسی نیک نام اور بلند مقام فرزند کو طویل جدائی کے بعد آغوش مادر میں پہنچ کر قرار آجائے۔ عجیب سکینت فضا پر طاری تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے حضرات اکابر رحمہم اللہ کی روحانیت نے ایک ''پیکر محسوس'' میں متمثل ہو کر پورے ماحول کو منور کر دیا ہو۔

اس کے بعد طے شدہ نظام کے مطابق، بعد نماز ظہر دفتر اہتمام میں حضرات اساتذۂ کرام کے ساتھ حضرت کی ملاقات اور مجلس ہوئی۔ اس مجلس نے حضرات اساتذۂ کرام کے قلوب میں حضرت کے لیے جو احترام ومحبت اور گرویدگی پیدا کی وہ اپنی مثال آپ ہے، اس تأثر کی اہمیت کو وہ حضرات زیادہ سمجھ سکتے ہیں جو دارالعلوم کے ماحول ومزاج اور یہاں کے اساتذہ کی فکری پختگی اور شخصیت شناسی جیسے اوصاف کو قریب سے جانتے ہیں۔ دراصل حضرات اکابر رحمہم اللہ کے فیض نسبت اور ان کی تابندہ روایات ونقوش کا یہ فیضان ہے کہ دارالعلوم کے ماحول میں یوں ہی کوئی مقبولیت نہیں پاتا جب تک کہ فکر وعمل اور سیرت وکردار کے ایک خاص معیار پر اس کا استوار ہونا ثابت نہ ہو بلکہ دیوبند کے عام مسلمان بھی چونکہ ان روایات کے عینی شاہد ہیں اس لیے ان کا پیمانۂ عقیدت بھی خاصا سخت ہے، اسی بات کو مخدوم گرامی مرتبت حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم مہتمم درالعلوم دیوبند نے حضرت کے نام اپنے مکتوب میں (جو الفرقان ماہ اگست 2011 میں شائع ہو چکا ہے) اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ ''سرزمین دیوبند چوں کہ خود اکابر ومشائخ کا مخزن رہی ہے اس لیے کسی نو وارد بزرگ کی شخصیت سے عموماً باشندگانِ دیوبند بہت زیادہ متاثر نہیں ہوتے اور نہ اشتیاق ووارفتگی کا یہ انداز ہوتا ہے، لیکن جناب والا کی شخصیت کے سحر نے متعلقین دارالعلوم اور باشندگانِ دیوبند کے اوپر جو اثر ڈالا ہے اس سے معمول کے سارے تار و پود بکھر گئے''۔

دیوبند میں حضرت کا قیام چار روز رہا اس دوران اہتمام والی مجلس کے علاوہ چار عمومی مجالس

ہوئیں، ایک جامع رشید میں، دوسری دارالعلوم کے احاطہ اعظمی منزل میں، تیسری حضرت مولانا سید محمود مدنی زید مجدہم کے دولت کدہ پر، چوتھی وقف دارالعلوم کے وسیع وعریض صحن میں۔ان کے علاوہ ایک اتفاقیہ لیکن نہایت مفید اور مؤثر مجلس مہمان خانہ کے ہال میں ہوئی اور حقیقت تو یہ ہے کہ دن رات حضرت کا فیض جاری تھا اور ہر وقت مجلس ہی مجلس تھی، اصغر گونڈوی مرحوم کا شعر یاد آ گیا ؎

رِند جو ظرف اٹھالیں وہی ساغر بن جائے		جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی مے خانہ بنے

ان چار ایام میں مقبولیت ومرجعیت کے جو نظارے ان گناہ گار آنکھوں نے دیکھے انھوں نے حضرات اکابر رحمہم اللہ کے حالات میں پڑھے ہوئے مناظر کی یاد تازہ کردی۔ملک کا کوئی علاقہ ایسا باقی نہ رہا جہاں کے لوگ دیوانہ وار دیوبند نہ پہنچے ہوں، مدارس کے علماء وطلبا، خانقاہوں کے مشائخ ومنتسبین، یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور علاقہ کے مسلم عوام، غرض ہر طبقہ کے لوگ دن اور رات پہنچ رہے تھے اور حضرت کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کررہے تھے، عجیب وارفتگی کا عالم تھا ؎

سب اسی کی زلف کے اسیر ہوئے　　　وہ ہوئے، ہم ہوئے کہ میر ہوئے

اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ چند روز ساتھ رہنے کی یہ سعادت جو دارالعلوم کی برکت سے میسر آئی مستقل رشتۂ غلامی میں تبدیل ہوگئی اور احقر کے ذاتی حالات (شیخ کامل کی تلاش وانتخاب) کے تعلق سے وہ دن آ گیا کہ ؎

دن گنے جاتے تھے جس دن کے لیے

اس دوران بہت سے اساتذۂ دارالعلوم کے علاوہ طلبۂ عزیز اور دیگر مدارس کے علماء اور عام مسلمان بڑی تعداد میں داخل سلسلہ ہوئے اور حضرت کی زیارت اور ملاقات بے شمار زندگیوں میں انقلاب کا ذریعہ بن گئی۔

ہماری زامبیا حاضری

دیوبند میں دست گرفتگی کے بعد حضرت دامت برکاتہم سے فون پر رابطہ کا سلسلہ جاری رہا لیکن سچی بات یہ ہے کہ اگر زامبیا میں باقاعدہ خانقاہی نظام کے تحت وقت گذارنے کی سعادت حاصل نہ ہوتی تو ہم ایک عظیم خیر سے محروم رہ جاتے اور ہمیں سلسلہ نقشبندیہ کی حقیقت اور حضرت والا کے مثالی طرز تربیت سے قطعی واقفیت نہ ہو پاتی۔حضرت والا جس طرح سالکین کی اصلاح وتربیت اور تطہیر قلوب کے لیے دن رات محنت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں جس مثالی شفقت کو کام میں لاتے ہیں اس کی پورے طور پر عکاسی ناممکن ہے، بس ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک انتہائی شفیق اور مدبر باپ اپنے بچوں کی تربیت

کے لیے ہر تدبیر عمل میں لا رہا ہو اور اس سلسلہ میں کوئی بھی مشقت اٹھانے کے لیے ہر وقت تیار ہو، ذیل میں ایام اعتکاف کے نظام الاوقات کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے جس سے وہاں کے روحانی ماحول کا تھوڑا بہت اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایام اعتکاف کا نظام الاوقات

اس کا آغاز ہم تراویح کے بعد سے کرتے ہیں، چوں کہ وہاں کی روحانی سرگرمیاں رات میں عروج پر ہوتی تھیں، تراویح کے بعد حضرت والا کی مجلس ہوتی تھی (اور یہ واضح رہنا ضروری ہے کہ حضرت کی مجلس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ایک نہایت مرتب اور مسلسل تقریر فرمائیں جس کی پہلے سے باقاعدہ تیاری فرماتے ہیں) تراویح کے بعد تمام لوگ بیٹھ جاتے اور ایک قاری صاحب تلاوتِ کلام اللہ کے بعد ایک پرسوز نعت پیش کرتے، اس دوران دیگر مساجد سے بھی لوگ آجاتے، نعت ختم ہوتے ہوتے حضرت اپنی جگہ سے تشریف لاکر کرسی پر رونق افروز ہوجاتے اور بیان شروع ہوجاتا، یہ مجلس روزانہ ایک سوا گھنٹہ جاری رہتی، اس کے بعد تمام معتکفین انفرادی طور پر صلاۃ التسبیح پڑھتے اور ایک ناشتہ ہوتا، ان دونوں چیزوں سے فراغت تقریباً بارہ بجے شب کو ہوتی، ٹھیک بارہ بجے حضرت دامت برکاتہم دوبارہ تشریف لاتے اور وہ مجلس شروع ہوجاتی جسے اس پورے نظام کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اس مجلس میں بنیادی طور پر حضرت والا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ اور ان کے عالی مقام فرزند وجانشین حضرت خواجہ محمد معصوم نور اللہ مرقدہ کے مکتوبات کا ترجمہ پڑھ کر اس کی تشریح فرماتے، اس مقصد کے لیے روزانہ حضرت کسی ایک موضوع کے متعلق مکتوبات کے سمندر پر پھیلے ہوئے مضامین پر نشان لگا کر لاتے اور ان کو اس تسلسل اور ترتیب کے ساتھ پیش فرماتے کہ گویا آپ مکتوبات کے حافظ ہوں (اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت کو مکتوبات پر مکمل عبور حاصل ہے، حضرت نے اپنے شیخ اول حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ نور اللہ مرقدہ مترجم مکتوبات ومؤلف عمدۃ الفقہ سے مکتوباتِ امام ربانی کو باقاعدہ سبقاً سبقاً پڑھا ہے اور گیارہ سال ان کی صحبت میں رہ کر تصوف او رفقہ میں ان سے استفادہ کیا ہے)۔ اس مجلس میں مکتوبات کی تشریح کے ضمن میں اصطلاحات تصوف اور نقشبندی سلسلہ کے اسرار ورموز کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت کی زبان سے ایسے ایسے عارفانہ بلند مضامین صادر ہوتے کہ نہ صرف ہم جیسے (درحقیقت مبتدی مگر مطالعہ کے زعم میں خواہ مخواہ مبتلا) ہم لوگوں کو اپنے حدود اربعہ کا احساس ہونے لگتا، بلکہ قدیم مستفیدین کے چہروں پر بھی تحیر کا عالم نظر آتا۔ اور واقعہ یہ

ہے کہ بنیادی طور پر اسی مجلس نے قلب و دماغ پر حضرت کی شخصیت کے وہ نقوش مرتسم کئے جنھوں نے امیر خسرو کا سہارا لینے پر مجبور کرتے ہوئے دل کی زبان سے یہ کہلا دیا ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

راقم سطور اپنے محدود مشاہدہ و مطالعہ کے پیش نظر یہ کہنے کی حیثیت تو نہیں رکھتا کہ ''آفاقہا گردیدہ ام''، لیکن جیسا کہ اوپر گزرا مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں قیام کی برکت سے آفاق کی شخصیات کو افق دیوبند پر دیکھنے کا موقع تو ملا ہی ہے اور اس نے یقیناً گردشِ آفاق کی کمی کی تلافی کسی درجہ میں تو کر دی ہے، اس لیے پورے اعتماد کے ساتھ ''لیکن تو چیزے دیگری'' کہنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہے۔

یہ مجلس رات کے ایک یا سوا بجے ختم ہوتی اور اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوتا مگر یہ آرام ہم جیسوں کے لیے تھا، حضرت کے لیے نہیں ان کا معتکف تو ساری رات روشن اور آباد رہتا، اس کے علاوہ بہت سے حضرات آرام کے بجائے ذکر و تلاوت یا نوافل میں مشغول ہو جاتے۔ پھر بمشکل ڈیڑھ یا دو گھنٹے آرام کے بعد سونے والے بیدار ہونا شروع کر دیتے، تین بجے سے ساڑھے تین تک تمام سونے والے جاگ جاتے اور ضروریات سے فراغت کے بعد نوافل میں مشغول ہو جاتے، تقریباً چار بجے سحری ہوتی اور اس کے بعد اذان فجر تک کا وقت بھی نماز، تلاوت یا ذکر میں گذرتا، نماز فجر کے بعد سورہ یسین پڑھ کر تمام بزرگوں اور اہل ایمان کو ایصال ثواب کیا جاتا۔ اور تقریباً چھ بجے آرام کا سلسلہ شروع ہو جاتا، نو بجے سے لوگ پھر بیدار ہونا شروع کر دیتے اور ساڑھے نو پونے دس تک تمام لوگ بیدار ہو جاتے اور وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر نوافل و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو جاتے، ٹھیک ساڑھے دس بجے دن حضرت کے ملفوظات کا مجموعہ مجالس فقیر، پڑھا جاتا، جو اس کے مرتب محترم جناب مولانا پروفیسر اسلم صاحب مدظلہ (خلیفہ حضرت والا دامت برکاتہم) پڑھ کر سناتے، یہ سلسلہ آدھے گھنٹے جاری رہتا، ٹھیک گیارہ بجے حضرت کرسی پر رونق افروز ہوتے اور خواتین کے لیے بیان شروع ہو جاتا جو مسجد سے چار پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک ہال میں پہلے سے جمع ہو جاتی تھیں، ان خواتین تک حضرت کی صرف آواز پہنچتی تھی۔

یہ مجلس بارہ بجے یا چند منٹ آگے پیچھے ختم ہوتی، اس کے بعد ضروریات سے فراغت اور ظہر کی تیاری، ایک بجے ظہر کی نماز ہوتی۔ بعد نماز ظہر ختم خواجگان ہوتا، اس کے بعد صرف انگلش سمجھنے والے

حضرات کے لیے حضرت کے ایک مجاز حضرت مولانا مفتی کمال الدین زید مجدہم کا انگریزی میں بیان ہوتا جو دو بجے تک جاری رہتا، باقی لوگوں کو آرام کی اجازت ہوتی، تقریباً دو بجے تک اکثر لوگ آرام شروع کر دیتے، اور ساڑھے تین چار بجے تک سب بیدار ہوجاتے، تقریباً پانچ بجے عصر کی نماز ہوتی اور بعد عصر حضرت کے کسی خلیفہ محترم کا بیان ہوتا جو افطار سے چند منٹ پہلے دعا پر ختم ہوتا اس کے بعد افطار جس میں سنت کے مطابق عمدہ کھجور اور کھیرے کی قاشوں کا انتظام ہوتا، فوراً مغرب کی نماز اور اس کے بعد کھانا، پھر ضروریات سے فراغت اور عشا کی تیاری، تقریباً ساڑھے سات پونے آٹھ بجے عشاء کی نماز شروع ہوجاتی اس طرح یہ سلسلہ چوبیس گھنٹے جاری رہتا۔

یہ ایک جھلک تھی وہاں کے نظام الاوقات کی جس کے مطابق معتکفین اور سالکین کے شب و روز کارآمد ہو رہے تھے۔ جہاں تک خود حضرت کے معمولات کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں یہ ناقص قلم کیا لکھ سکتا ہے، وہ تو محبوب حقیقی اور اس کے عاشق صادق کے درمیان راز ہے، البتہ ان گناہ گار آنکھوں نے ظاہری طور پر جو کچھ دیکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کا معتکف دن رات بیدار نظر آتا تھا، صرف اشراق کے بعد شاید ڈھائی تین گھنٹے بمشکل وہاں آرام ہوتا تھا باقی تمام اوقات مصروفیت رہتی، اور تجربہ کار قارئین حیرت کے ساتھ پڑھیں گے کہ سالکین کی تربیت اور افاضہ باطنی کے لیے حضرت کی محنت اور اہتمام و توجہ کا یہ عالم تھا کہ آرام کے محدود ترین وقت کو چھوڑ کر دن اور رات کے کسی بھی حصہ میں سالکین اجازت طلب کر کے حاضر خدمت ہو سکتے تھے، ہم نے بارہا لوگوں کو رات کے تین ساڑھے تین بجے سے ساڑھے چار بجے کے درمیان حضرت کے معتکف میں جاتے دیکھا اسی طرح بعد ظہر تا عصر بھی، بعد مغرب بھی، صرف اجتماعی مصروفیات کے اوقات مستثنیٰ تھے اور مستثنیٰ کیا تھے؟ ان میں سے تین اوقات میں (جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا دن کے گیارہ بجے سے بارہ بجے تک، رات کے بعد تراویح سے پونے بارہ بجے تک اور بارہ بجے سے ایک بجے تک) خود حضرت کی مجلس ہوتی تھی گویا حضرت نے اپنے آپ کو ہر وقت سالکین کی تربیت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

یہاں پہنچ کر قلم یہ اعتراف کرنا بہتر سمجھتا ہے کہ وہ اس دکان معرفت کے روحانی و عرفانی ماحول کی پوری عکاسی کرنے سے قاصر ہے، بس یہ چند جھلکیاں اپنی بساط کے مطابق پیش کر دی ہیں۔

البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی مجالس کے چند ارشادات حوالۂ قرطاس کر دئے جائیں تا کہ قارئین کو حضرت کے روحانی نسخہ ہائے شفا کی گہرائی، ان کی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل مطابقت اور حضرات اکابر کے طریق پر استوار ہونے کا کچھ اندازہ ہوجائے۔

حضرت کے چند ارشادات

فرمایا ''تصوف کا مقصد نہ دعا قبول کرانا ہے، نہ کشف وکرامات یا احوال پیدا کرنا ہے، تصوف کا مقصد تو فقط شریعت پر چلنے کی مشق کرانا ہے''۔

فرمایا ''حضرت تھانوی قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ تصوف کا مقصد کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا: تصوف کا مقصد یہ ہے کہ انگ انگ سے گناہ کا کھوٹ نکل جائے، ایک بزرگ نے فرمایا: تصوف کا مقصد نہ رونا ہے نہ رلانا ہے، نہ اڑنا ہے نہ اڑانا ہے، ہمیں تو روٹھے یار کو منانا ہے''۔

فرمایا ''حضرت تھانوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ چشتیہ حضرات پر عشق کی نسبت غالب ہوتی ہے اور نقشبندیہ پر اتباع سنت کی نسبت غالب ہوتی ہے، نقشبندیہ اتباع سنت سے منازل طے کرتے ہیں، دیگر حضرات مجاہدہ سے منازل طے کرتے ہیں''۔

فرمایا ''حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیعت واجازت ایک نقشبندی بزرگ سے تھی، لیکن ان کی وفات ہوگئی جب کہ حاجی صاحب علیہ الرحمۃ ابھی جوان العمر ہی تھے، اس کے بعد حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جو چشتیہ سلسلہ کے شیخ تھے، اس طرح حاجی صاحب علیہ الرحمہ میں دونوں نسبتیں جمع تھیں اسی لیے جہاں ان کے اندر حب عشقی نظر آتی ہے وہاں سنت کی اتباع بھی نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنے حضرات علماء دیوبند ان سے بیعت ہوئے ان کو یہ دونوں نعمتیں ایک جگہ حاصل ہوگئیں وہ حقیقت میں مجمع البحرین تھے ان کے اندر حب عشقی اور اتباعِ سنت جمع ہیں اور یہی اکابر علماء دیوبند کی امتیازی شان ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان دونوں نعمتوں کا جامع بنادے''۔

فرمایا ''قلب عشقِ الٰہی کا ظرف ہے اور دماغ علم الٰہی کا ظرف ہے، بندے کے پاس دونوں نعمتوں کا ہونا ضروری ہے، سوز عشق بھی ہو اور کیف علم بھی ہو، دونوں میں توازن ضروری ہے۔ تنہا عشق؛ بدعت سکھاتا ہے، علم اس میں توازن پیدا کرتا ہے۔ علم سے تعلّی پیدا ہوتی ہے، عشق سے اس میں عاجزی آتی ہے، سابقہ امتوں میں یہود بغیر عشق کے علم کا نمونہ ہیں، نصاریٰ بغیر علم کے عشق کا نمونہ ہیں اس لیے دونوں گمراہ ہیں اس امت میں ہمارے دور میں دو طبقے ہیں ایک غیر مقلدین؛ یہ عشق سے خالی ہیں، اس لیے ان میں ادب نہیں انانیت زیادہ ہے ائمہ اور اکابر سے بدگمان کرتے ہیں، دوسرا طبقہ محبین کا ہے جو محبت میں ہر چیز کو چوم رہے ہیں، بدعات میں مبتلا ہیں، ان دونوں کے درمیان ہمارے اکابر علماء دیوبند ہیں انھوں نے علم

الٰہی اور عشق الٰہی کو جمع کیا اس لیے ان میں نہ انانیت آئی اور نہ بدعت آئی اور یہ ہمارے اوپر اللہ رب العزت کا کرم ہے کہ انھوں نے ہمیں علماء اہل سنت والجماعت اکابر علماء دیوبند کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی، دل کی گہرائیوں سے ہمیں اس پر خوشی ہونی چاہیے، الحمدللہ ثم الحمدللہ''۔

فرمایا''نقشبندیہ کے یہاں سنت کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور یہ سب سے بڑا مجاہدہ ہے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال ہر طرح کے مجاہدات میں گزارے لیکن ہر حال میں سنت کے اہتمام سے بڑا کوئی مجاہدہ نہیں پایا''۔

فرمایا''اللہ تعالیٰ سے کرامت کے بجائے استقامت کی دعا کریں''۔

فرمایا''ہم اس دنیا میں رہنے کے لیے نہیں واپس جانے کے لیے آئے ہیں، اس لیے اچھی زندگی کا معیار یہ نہیں کہ کون دنیا میں کتنا اچھا اور خوش رہا، معیار یہ ہے کہ کون کتنی اچھی موت مرا۔ اس لیے ضروری ہے کہ آدمی ہر وقت موت کی تیاری میں لگا رہے، گناہوں سے توبہ کرلے، معاملات کو سمیٹ لے، حقوق کو ادا کرے، جن لوگوں سے معاملات ہوں ان لوگوں سے معافی مانگنے کی عادت بنالے، اور وصیت نامہ ہمیشہ تیار رکھے''۔

فرمایا''دین کے اعمال میں سب سے مہتم بالشان عمل نماز ہے، نماز میں اس حجاب کو جو بندے اور خدا کے درمیان ہے اٹھا دیا جاتا ہے اسی لیے اس کو مومن کی معراج کہا گیا ہے''۔

فرمایا''ہر کشف وکرامت اور الہام کے لیے پیمانہ شریعت ہے، اگر وہ شریعت کے مطابق ہے تو صحیح ہے ورنہ اس کا کوئی اعتبار نہیں''۔

فرمایا''چن چن کر گناہوں کو چھوڑیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر نیکیاں کریں''۔

اکابر دیوبند اور دارالعلوم سے حضرت کا والہانہ تعلق

حضراتِ اکابر دیوبند سے حضرت کی محبت وعقیدت تو ایسی واضح حقیقت ہے جس پر کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جو شخص بھی حضرت کی کسی مجلس میں شرکت کرلے یا حضرت کی کوئی کتاب پڑھ لے اس کے سامنے یہ خوبصورت حقیقت جلوہ گر ہوجائے گی کہ حضرت کو حضراتِ اکابر دیوبند رحمہم اللہ سے عشق ہے، اس لیے اس موضوع پر کسی تفصیل کی اس مختصر مضمون میں ضرورت نہیں۔

اسی طرح دارالعلوم دیوبند کی محبت اور قدر وقیمت بھی حضرت کے قلب مبارک میں بے پناہ ہے،

جس کا مشاہدہ ہم لوگوں کو زامبیا میں روزانہ ہوتا رہا، یہ حقیر راقم السطور اور اس کے رفقاء جناب مولانا خضر محمد صاحب زید مجدہم استاد دارالعلوم دیوبند اور جناب مولانا منیر الدین صاحب زید مجدہم، حضرت کے الطاف و عنایات کا جس طرح مورد بنے رہے وہ صرف دارالعلوم سے ہمارے انتساب کی برکت تھی۔ حضرت نے ہم خدام کی جس طرح پذیرائی فرمائی اور اپنے مخصوص حضرات کو بار بار ہماری خبر گیری کی ہدایت فرماتے رہے وہ ہمارے لیے عظیم سعادت ہونے کے ساتھ ساتھ دل میں ہماری شرمندگی کے لیے کافی تھی، ہم آپس میں روزانہ اس بات کا مذاکرہ کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ یہ خصوصی برتاؤ صرف دارالعلوم کے انتساب کی برکت ہے۔

گرامی مرتبت رفقاء اعتکاف

اس مبارک عشرے میں حضرت کے جن منتسبین اور خلفائے کرام کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا وہ بھی بجائے خود ایک نعمت عظمی سے کم نہیں تھا، ایسے حضرات کے تفصیلی ذکر کا تو یہ موقع نہیں البتہ اجمالی طور پر چند موقر نام ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی صاحب دامت برکاتہم: شخصیت اس قدر متعارف ہے کہ ایک لفظ بھی لکھنا ضرورت سے زائد ہے البتہ دوران اعتکاف ان کی جو شفقتیں اور عنایتیں ہم لوگوں پر رہیں اس کے شکریہ کے لیے کچھ بھی لکھ دینا کم ہی رہے گا، اس لیے دعائے خیر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

(۲) حضرت مولانا صلاح الدین سیفی صاحب مدظلہ: یہ شخصیت بھی محتاج تعارف نہیں ہندوستان میں یہ حضرت کے سب سے پہلے مجاز و خلیفہ ہیں، ترکیسر سے ان کا فیض پھیل رہا ہے، نورانی شخصیت اور ہم لوگوں کے لیے سراپا شفقت و محبت مجسم۔

(۳) حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب فتح پوری مدظلہ بھیونڈی: دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور حضرت کے نامور خلیفہ، تعارف دور طالب علمی سے تھا، مگر اب جو ملاقات اور رفاقت حاصل رہی تو اندازہ ہوا کہ حضرت کی برکات کو خوب جذب کیا ہے، جس کے نتیجہ میں شخصیت کہیں بلند ہوگئی ہے۔ اللہ تعالی فیض عام فرمائے۔

(۴) حضرت مولانا سیف اللہ نقشبندی زید مجدہم (صاحب زادہ حضرت والا): ملاقات دیوبند میں بھی ہوئی تھی زامبیا میں دوبارہ دیکھنے کا موقع ملا، حسن اخلاق کا نمونہ، تواضع کا پیکر اور مجاہدوں کے خوگر، ہم لوگوں کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی نسبت کی برکت سے حد درجہ احترام کا معاملہ کرتے رہے، اللہ تعالی والد

گرامی کے فیوض کا امین بنادے، آمین۔

(۵) جناب الحاج محمد یونس صاحب زید مجدہم: حضرت کے سمدھی اور خصوصی میزبان انتہائی خلیق ومہمان نواز شخصیت، سلیقہ وشرافت کا نمونہ، ہم لوگوں کے ساتھ مثالی محبت وعنایت کا معاملہ فرماتے رہے۔

(۶) جناب مولانا قاری کلیم اللہ صاحب زید مجدہم بنگلور: حضرت کے مجاز، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور انتہائی شریف وخلیق، بہترین قاری اور ہم سب کے ساتھ بے انتہا محبت، خاص طور پر اس حقیر پر بے حد شفقت (جس کا ایک داعیہ یہ بھی تھا کہ قاری صاحب نے احقر کے خسر محترم حضرت مولانا لقمان الحق صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند سے پڑھا ہے جب مولانا مرحوم مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں شیخ الحدیث تھے)۔

(۷) جناب مولانا مفتی انعام الحق صاحب زید مجدہم عالی پور، گجرات: حضرت کے مجاز اور باصلاحیت عالم ومدرس، دارالعلوم دیوبند کے فاضل محترم۔

(۸) جناب مولانا مفتی شکیل احمد صاحب زید مجدہم مدراس: حضرت کے مجاز، دارالعلوم دیوبند کے فاضل گرامی اور باصلاحیت عالم ومدرس۔

(۹) جناب مولانا مفتی خورشید انور صاحب حسن پور، ضلع جے پی نگر: یہ ہمارے پرانے مشفق ہیں وہاں بھی شفقت فرماتے رہے، یہ اسی سال اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

(۱۰) گرامی قدر مولانا الحاج پروفیسر اسلم صاحب زید مجدہم پاکستان: یہ حضرت کے مزاج شناش، طویل صحبت یافتہ خلیفہ مجاز ہیں، انھیں کی محنت سے حضرت کے ملفوظات کا مجموعہ ''مجالس فقیر'' کے نام سے آٹھ جلدوں میں چھپ چکا ہے، دارالعلوم دیوبند کی نسبت سے ہمارے تعارف کے بعد بڑی شفقت فرماتے رہے۔

(۱۱) محترم جناب مولانا مصطفےٰ کمال صاحب زید مجدہم: یہ حضرت کے خصوصی معاون وخادم اور تربیت یافتہ شخص ہیں اسی سال خلافت سے سرفراز ہوئے۔

(۱۲) محترم جناب مولانا مفتی کمال الدین صاحب زید مجدہم: حضرت کے مجاز، جوان صالح کا عجیب وغریب نمونہ، ان کا روزانہ بعد ظہر انگریزی میں بیان ہوتا رہا۔

(۱۳) جناب محترم الحاج قطب الدین ملا صاحب، بیلگام: صاحب قلم اور صاحب نظر شخصیت، حضرت کے

خلیفہ اور فخر ملت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس اللہ سرہ کے صحبت یافتہ ومجاز۔

اس وقت نہایت عجلت کے ساتھ یہ چند نام قلم پر آ گئے ورنہ تو سبھی حضرات اس کے مستحق تھے کہ ان کا ذکر احترام واہتمام کے ساتھ ہو۔

تشکر ومعذرت

یہ چند سطور تعمیل حکم میں لکھ دی گئی ہیں اور معذرت اسی کی ہے کہ جو کچھ اور جیسا کچھ لکھنا چاہیے تھا نہیں لکھا جا سکا۔

جہاں تک شکریہ کا تعلق ہے تو سب سے پہلے تو خود حضرت کا شکریہ ہم پر اور تمام معتکفین وحاضرین بلکہ میز بانوں تک پر لازم ہے کہ حضرت کی برکات سب کو درجہ بدرجہ حاصل ہو رہی ہیں۔

دوسرے نمبر پر مذکورہ بالا حضرات اور ان تمام محسنین کا شکریہ لازم ہے جن کی محبت وعنایت ہمارے شامل حال رہی، خواہ ان کے نام اس ناقص تحریر میں نہ آ سکے ہوں۔ لیجئے بعض نام تو یاد آ ہی گئے ایک گرامی مرتبت حضرت مولانا سجاد نعمانی صاحب مدظلہ کے صاحب زادے عزیز گرامی جناب مولانا بلال سجاد نعمانی ندوی صاحب سلمہ اللہ تعالی، حسن اخلاق اور شرافت کے آثار چہرے سے عیاں، اپنے والد گرامی کے کاموں میں معاون، اس کے علاوہ سلوک کے تعلق سے بھی محنت جاری، اللہ رب العزت ان کو بزرگوں کی نسبت کا حامل بنا دے۔ دوسرے عزیزم مولوی محمد عامر متعلم دارالعلوم دیوبند، یہ سعادت آثار نونہال، حضرت مولانا سجاد صاحب سے وابستہ ہیں اور ان کی صحبت وتربیت کی برکات ان پر ظاہر ہیں۔

آخر میں ان مخلص میز بانوں کا شکریہ ادا کرنے سے یہ قلم قاصر ہے جنھوں نے معتکفین کی خدمت کو اپنا مشن بنا رکھا ہے اور وہ اس کام کو جس حسن نیت، سلیقہ مندی اور باقاعدگی سے انجام دیتے ہیں اس کی تفصیلات بھی بیان سے باہر ہیں، مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ تواضع، ہمدردی، محبت، سخاوت، مہمان نوازی اور سلیقہ مندی نے مجسم ہو کر زاہبیا کے ان حضرات کی شکل اختیار کر لی ہے، اور یہ بلاشبہ حضرت کی برکت بلکہ کرامت محسوس ہوتی ہے، اللہ رب العزت ان تمام حضرات کو اور ان کے اہل خانہ کو اپنے شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

اخیر میں اس دعا پر ان سطور کو ختم کرتا ہوں کہ ؎

تا حشر رہے یارب آباد یہ مے خانہ

الفرقان کی ڈاک

(۱)

مکتوب گرامی حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی مدظلہ العالی

(کاپودرہ، گجرات)

بخدمت گرامی قدر حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے!

دیگر عرض ہے کہ جنوری ۲۰۱۲ کا الفرقان موصول ہوا، الفرقان نے ۷۹ سال پورے کر لئے، اور ۸۰ ویں جلد کا پہلا شمارہ آیا ہے، اس طویل اور عظیم خدمت پر دلی مبارک باد قبول فرماویں، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور بلند ہمتی کا یہ ثمرہ ہے کہ خالص دینی پرچہ ہونے کے باوجود اس نے ایسی مقبولیت حاصل کی کہ ملک و بیرونِ ملک ہر ماہ اہل علم اسکا شدت سے انتظار کرتے ہیں، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ اللہ تعالیٰ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا اجر عظیم عطا فرماوے، اور آپ سب حضرات کو اس عظیم دینی اور ملی خدمات کو جاری رکھنے کی ہمت و توفیق عطا فرماوے۔ آمین

اِس شمارہ میں ''معمارِ حرم! باز بہ تعمیرِ جہاں خیز!'' کے عنوان سے عالمی حالات کا جو تجزیہ پیش کیا گیا ہے اور مسلمان ممالک کے قائدین کو اور اسلام پسند کارکنان کو جو مشورے دئے گئے ہیں، وہ بہت ہی قیمتی اور لائق توجہ ہیں۔ اسلامی تحریکات کے ذمہ داروں کو جس تیقظ اور اعتدال کے ساتھ قدم بڑھانے کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں جو کچھ آنمحترم کے دردمند دِل سے الفاظ نکلے ہیں؛ وہ ہر فکر مند مسلمان کے قلب کی آرزو ہے۔ کاش یہ مضمون عربی میں ترجمہ کر کے عرب ممالک کے ذمہ داروں تک پہونچا سکیں کہ اس وقت عالمِ عرب و اسلام کو اسکی بڑی ضرورت ہے۔

ماضی میں بعض پُر جوش کارکنان کی غلطیوں نے جو نقصان پہونچایا ہے، خُدا کرے کہ وہ دوبارہ نہ دوہرایا جائے۔۔۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم سے ایسے مفید اور وقت کے تقاضوں کے عین مطابق مزید مضامین شائع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اسکو قبول فرماوے۔ آمین

۹/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ (مطابق) ۴/جنوری ۲۰۱۲ء والسلام مع الاحترام

احقر عبداللہ کاپودروی غفرلہٗ

(۲)

مکتوب جناب مولانا عبدالقوی صاحب زید مجدہ

ناظم ادارہ اشرف العلوم ونائب ناظم مجلس علمیہ، حیدرآباد

بسم اللہ تعالیٰ

محترم مدیر الفرقان مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دسمبر ۱۱ء کے شمارہ میں آپ نے دعوت وتبلیغ میں ہونے والی بے احتیاطی کی جانب ایک مثال سے توجہ دلائی تھی، جنوری ۱۲ء کے شمارہ میں قارئین کے خطوط سے بعض اور مثالیں سامنے آئیں، نفس مسئلہ کی وضاحت بھی کی گئی۔ یہ سلسلہ بڑھا تو بہت بڑھ سکتا ہے، اس لیے کہ فضائل ومسائل کے بیان میں عدمِ احتیاط اور کتابی علم کے بجائے سماعی علم پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کارکنان میں بڑھتا جارہا ہے، میرے نزدیک ان منتشر واقعات ومتفرق اغلاط کی نشاندہی سے زیادہ اہم مسئلہ فکر، سوچ اور اعتقاد کی خرابی کی طرف توجہ دلانے کا ہے، جواَب اتنا عام ہوتا جارہا ہے کہ مزید تاخیر ہوتو اصلاح مشکل ہوکر اختلاف ضروری ہوجائے گا۔ خدا نہ کرے!

یہ مسلّم ہے کہ کسی بھی تحریک میں اس کے اساسی نظریات، بنیادی نکات اور بانی اور اس کے اوّلین رفقاءِ کار کی فکر ونظر ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتے ہیں۔ کام میں جب تک ان کی معرفت اور رعایت باقی رہتی ہے حالات اور تقاضوں کے بدلنے کے باوجود بقاء واستحکام اور اثر ونتائج کی یکسانیت قائم رہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حالات وضروریاتِ زمانہ کی وجہ سے حصولِ اہداف اور نیلِ مقاصد کے طریق تو بدلے جاسکتے ہیں اہداف اور مقاصد تبدیل نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ مقاصد منصوص اور مامور بہا ہیں، ذرائع ووسائل حدودِ شرع کے ساتھ ضرورت کے تابع ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے اس مبارک اور انقلابی کام کے سلسلہ میں جب ہم حضرت مولانا الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی فکر ـــــ جو کہ مکتوبات وملفوظات کی شکل میں محفوظ ہے ـــــ کو دیکھتے ہیں پھر آج کام کرنے والوں کی اکثریت کی سوچ سے جوڑتے ہیں تو دونوں میں بونِ بعید نظر آتا ہے، وہ کوئی اور فکر تھی یہ کوئی اور سوچ ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ہر کام میں زوال آرہا ہے اور حدیثِ صحیح کے مطابق آتا ہی رہے گا، لیکن جہد وعمل کی کوتاہی اور فکر ونظر کی تبدیلی میں بڑا فرق ہے۔ یہاں عملی کوتاہیوں کے علاوہ فکری جمود وتعطل بلکہ انحراف بھی وجود میں آتا جارہا ہے اور وہ مختصراً یہ ہے کہ ''دین'' کے بجائے ''کام'' کو مقصود سمجھا جارہا ہے، ''کام'' کو سمجھنے اور اختیار کرنے کی جتنی فکر وسعی دکھائی دیتی ہے، ''دین'' کو سمجھنے اور اختیار کرنے کی ویسی فکر نظر نہیں آتی۔ یا پھر یوں کہا جاسکتا ہے کہ مقصود تو دین ہی ہے مگر اتنا ہی جتنا کہ تبلیغ کے اس عمل کے ذریعہ حاصل ہوجائے۔ اگر وہاں سے ناکافی یا نامکمل دین حاصل ہو۔ اور بے شک آج کل تو بہت ہی ناکافی اور ناقص مقدار میں حاصل ہورہا ہے۔ تو بقیہ دین سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، بلکہ کوئی نیا ''ساتھی'' اس کی ضرورت سمجھے تو اس غلطی پر ''پُرانوں'' کی طرف سے نکیر بھی کی جاتی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک طبقہ دعوت وتبلیغ میں اب بھی ایسا ہے جو اعتدال کی راہ پر گامزن ہے، دعوت کا کام بھی دل جمعی سے کرتا ہے اور دین کا جو حصہ اپنے ذمہ داروں سے نہیں مل پاتا اسے بھی علماء ومشائخ حقہ سے جڑے رہ کر حاصل کرتا رہتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ یہ ''اقلیت'' ''اکثریت'' کی نظر میں ابھی ''کام'' کو نہ سمجھا ہوا طبقہ کہلاتی ہے ''کام'' سمجھا ہوا وہ کہلاتا ہے جو اسی نظام ونصاب پر قناعت کرلے اور اس سے زیادہ کی ضرورت نہ سمجھے۔

یہ صورتحال ــــــ یعنی اسی کام پر اکتفاء اور مکمل دین کے تصور سے استغناء ــــــ دعوت و تبلیغ کے ابتدائی پانچ دہوں میں بالکل نظر نہیں آتی ہے، اس کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوتی گئی، علماء اور خود اکابر تبلیغ کو اس پر کھٹک ہوتی رہی مگر ''خیر غالب'' ہونے کے اطمینان کی وجہ سے سخت نوٹس نہیں لیا گیا، اب صورت حال یہ ہے کہ کوئی بڑا سے بڑا عالم کسی غیر عالم بلکہ دین سے بہت حد تک ناواقف امیر پر بھی اگر نکیر کردے تو وہ عالم یا تو کام کا مخالف سمجھا جائے گا یا کام کو سمجھا ہوا نہ ہوگا۔ سب سے اچھا سلوک اس کے ساتھ یہ ہوگا کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے گی کہ اللہ اس کو ''کام'' سمجھادے۔ مگر غلطی کو غلطی ماننے کی ہمت نہیں کی جائے گی۔ جب غلو کا یہ عالم ہو تو پھر کام کا کیا انجام ہوگا سمجھا جاسکتا ہے، اعتزال و تشیع سے لے کر مودودیت و پرویزیت تک صراطِ مستقیم اور راہِ سلف سے ہٹ جانے کا سبب اگر دیکھا جائے تو اپنے افکار و نظریات میں غلو سے بڑھ کر کوئی اور سبب نظر نہیں آتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا وَاِخْوَانَنَا فِی الدِّیْنِ۔

غلو فی الدین کے علاوہ اس صورتحال کا ایک اور سبب بھی سمجھ میں آتا ہے اور وہ اکابر کی بعض باتوں کا خلافِ مفہوم شائع ہوجانا اور کَلِمَةُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِهَا الْبَاطِلُ کا مصداق بن جانا ہے۔ جیسے ''یہ نبیوں والا کام ہے'' عام دعوتی لوگوں کا خیال یہ ہے کہ بس یہی نبیوں والا کام ہے، یا جیسے ''اس کام میں لگنے والوں کی تربیت اسی کام سے ہوجاتی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ محض اوقات کے لگادینے کے بعد اب نہ علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے نہ اخلاق کی فکر کرنے کی حاجت ہے، وہ سب اپنے آپ حاصل ہوجاتے ہیں۔ یا جیسے ''اس کام میں مدرسہ بھی خانقاہ بھی دعوت بھی سب کچھ موجود ہے'' یعنی یہی سب کچھ ہے، بلکہ آج کل تو جگہ جگہ سننے میں آرہا ہے کہ موبائیل فونوں میں...... کی کسی تقریر کا ایک حصہ محفوظ کرکے آپس میں پھیلایا اور سنایا جارہا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ''تبلیغ میں لگنے کے بعد اپنی اصلاح کے لیے مشائخ کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے'' یا جیسے ''علماء کو دعوت نہ دو اس لیے کہ یہ اگر نا کہیں گے تو وہ ناہاں نہیں بن سکتی'' اس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ ان کے اندر انانیت ہوتی ہے یا جیسے ''عوام کو چار چلے اور علماء کو سات چلے لگانا چاہیے'' کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے بلکہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ علماء کا نفس بہت بگڑا ہوا ہوتا ہے جلدی نہیں سدھرتا۔ یا جیسے ''دوسرے کام بھی دین ہیں مگر دعوت کا کام بڑی لائن ہے، دوسرے کام چھوٹی لائن ہیں'' وغیرہ کہاں تک نقل کیا جائے، جہاں جاؤ چار نئی ہی باتیں وہاں کے علماء سے سننے کو ملتی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ موقع کی مناسبت اور مخاطب کی ضرورت سے بڑے جو باتیں کہتے ہیں وہ بڑوں سے چل کر عام کارکنان تک پہونچتے پہونچتے کچھ اور ہوجاتی ہیں، بالخصوص اس زمانے میں جب کہ نقل حکایت میں دیانت کا اہتمام عنقا ہے۔ اور دعوت کے کام میں تحریر و تصنیف کا معمول نہیں ہے۔

خیر اسباب کا ذکر تو ضمناً چھڑ گیا، میرے عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے واقعات اور جزئی حکایات سے تعرض نہ کیا جائے، اس سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ مخالفین کی جرأت بڑھنے کا سبب ہے۔ میں نے بہت پہلے جناب ابراہیم باوا صاحب سے بھی یہی خواہش کی تھی کہ ان اغلاط کی اشاعت مفید مطلب نہیں، جب کہ ان کے ازالہ

کی اہمیت کا کوئی صاحبِ فہم انکار نہیں کرسکتا۔ اس کی بجائے وہ فکری انحراف جواَب عمومی اور عوامی سطح سے بلند ہوتا جارہا ہے، اور جو حق کی طرف بلانے کے اس سیدھے سادے کام کو مستقل مکتبِ فکر کی حیثیت میں تبدیل کررہا ہے اور جو علماء سے استغنی واستبعاد میں دن بہ دن اضافہ کرتا جارہا ہے اور جو فضائل اعمال اور اس کے بھی منتخب صفحات کی تعلیم سے زیادہ کسی تعلیم کی ضرورت ماننے نہیں دیتا، اور جو انہیں نہ کسی درسِ قرآن میں بیٹھنے دیتا ہے اور نہ کسی عالمِ دین کے بیان میں جانے دیتا ہے، اس فکری انحراف اور مسلکی اختلاف کا حل اور اس کا علاج تلاش کرنا چاہیے، جو ظاہر ہے کہ ہم جیسے پہلے ہی سے متہم بالمخالفت اور عدیم المعرفت بعمل التبلیغ سے تو ہرگز نہیں ہوسکتا اس لیے وہ علماءِ کرام جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین کی دوسری ذمہ داریوں سے سبکدوش اور دعوت کے کام میں یکسوئی سے مشغول رکھا ہے وہ صورتحال کی اس نزاکت کو محسوس کریں۔ اور عام طبقۂ دعاۃ میں پیدا ہونے والی ان فکری وتصوری تبدیلیوں کو طبقۂ علیا تک پہونچا کر ان کے ازالہ کی مؤثر تدابیر اختیار کریں تو انشاء اللہ کم از کم بات بڑھنے سے بچ جائے گی، ورنہ بقول حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ کے ''دنیا میں اپنے وجود کے اعتبار سے اس سے بڑی کوئی جماعت نہیں ہے، اگر آپ لوگ اصول کے مطابق کام کرینگے تو یہی جماعت سارے عالم میں ہدایت پھیلنے کا سبب ہوگی اور اگر بے اصولی کرینگے تو اسی جماعت سے سارے عالم میں گمراہی پھیلے گی۔''

غالباً تبدیلیوں کا یہی احساس پچھلے اکابر کو رُلا رہا تھا، چنانچہ ایک دفعہ حضرت قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم دہلی سے حیدرآباد پہونچنے کے بعد ـــــ جب یہ عاجز ملنے پہونچا تو ـــــ فرمانے لگے: ''دہلی میں نظام الدین رکنا ہوا، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے ملاقات ہوئی تو یہ کہہ کر زاروقطار رونے لگے کہ ''کام میرے دور میں بہت پھیل گیا اور قابو سے باہر ہوگیا ہے، سوچتا ہوں کہ حق تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا'' سچ ہے ؎

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

خلاصہ یہ ہے کہ دعوت کی اس عظیم اور مبارک محنت کو عام مخالفت سے بچانا بھی ضروری ہے اور اس کے اندر پیدا ہونے والے اور تیزی سے بڑھنے والے فکری واعتقادی انحراف یعنی دین کے ناقص تصور اور دین کے نام پر صرف کام پر اکتفا کرلینے کی سنگین غلطیوں کی اصلاح بھی از حد ضروری ہے۔

میں اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے میں آداب وحدود کی رعایت اگر نہیں کرسکا ہوں تو اپنی نالائقی کے اعتراف کے ساتھ جماعت کے اکابر اور کارکنان سے معذرت خواہ ہوں۔

والصلوۃ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العالمین

ماہنامہ الفرقان کے خریداروں سے ایک اہم گذارش

''خریداری نمبر''اور''مدت خریداری'' سے متعلق

☆ کیا آپ کو اپنا خریداری نمبر(Subscription No.)اور آپ کی مدتِ خریداری(Subscription validity)معلوم ہے؟؟؟؟اگر نہیں تو فوراً معلوم کریں،اور اسکو نوٹ کرکے اپنے پاس محفوظ کرلیں۔۔۔۔ اسی طرح مدتِ خریداری کب ختم ہورہی ہے؟اس بات کو بھی محفوظ کرلیں؛تاکہ آپ مدت خریداری کے ختم ہوتے ہی زرِتعاون فوری طور پر بغیر کسی تاخیر کے ارسال کرسکیں۔۔۔۔

''زرِتعاون''ارسال کرنے اور VP سے متعلق

☆ مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی جلد از جلد بلاتاخیر اپنا چندہ روانہ فرمادیں۔۔

☆ اگر آپ بذریعہ منی آرڈر اپنا زرِتعاون بھیج رہے ہیں،تو پیغام کی جگہ پر اپنا پورا پتہ صاف صاف لکھیں،پن کوڈ ضرور درج کریں،ساتھ ہی ساتھ فون نمبر بھی لکھیں،جو حضرات EMO (Electronic money order) کے ذریعہ زرِتعاون ارسال کرتے ہیں وہ حضرات اپنا خریداری نمبر ضرور ارسال فرمائیں،کیونکہ EMO میں پتہ پرنٹ ہونا مشکل ہوتا ہے،اس لئے اپنا خریداری نمبر ضرور درج کردیں۔تاکہ آپ کو VP کے ذریعہ رسالہ نہ روانہ کیا جائے۔۔۔ کیونکہ تاخیر کی صورت میں اگر اطلاع نہیں کی گئی تو مقررہ تاریخ میں رسالہ بذریعہ VP روانہ کردیا جائے گا،اِس بیچ اگر آپ نے زرِتعاون بھیج دیا،اور VP بھی یہاں سے روانہ ہوچکی،تو VP کے مزید Rs.35 آپ پر بار ہوگا،اور اگر آپ نے VP واپس کردی تو الفرقان کو فی شمارہ Rs.40 کا نقصان ہوتا ہے۔

☆ اگر کسی وجہ سے مدتِ خریداری کے ختم ہوتے ہی آپ زرِتعاون ارسال نہیں کرپائے،اور تاخیر کی اطلاع بھی دفتر میں نہیں کرسکے،تو فوری طور پر آفس فون کرکے اپنا خریداری نمبر بتا کر معلوم کرلیں کہ میرا رسالہ بذریعہ VP روانہ ہوچکا یا نہیں؟اگر نہیں!تو فوراً اپنا تعاون ارسال فرمائیں۔۔۔اگر VP روانہ کی جاچکی ہے تو اب صرف VP کا انتظار فرمائیں۔ اور VP پہونچنے پر اسکو ضرور حاصل کرلیں،واپس نہ کریں تاکہ آپ کی وجہ سے ادارۂ الفرقان کا نقصان نہ ہو۔

☆ اگر آپ نے صحیح وقت پر زرِتعاون روانہ کردیا،مگر کسی وجہ سے وقت پر وہ الفرقان نہیں پہونچا،یا اسکی اطلاع الفرقان نہ پہونچ سکی،اور الفرقان سے VP آپ کو روانہ کردی گئی،تو ہماری درخواست ہے کہ آپ اُس VP کو وصول فرمالیں،اس صورت میں آپ کی مدت خریداری میں دوسال کا اضافہ ہوجائے گا۔البتہ آپ VP واپس کرنے میں حق بجانب تو ہوں گے،مگر بہر حال الفرقان کو Rs.40 کا نقصان ہوگا۔

غیر ضروری سمجھ کر آپ اس صفحہ کو نظر انداز نہ کریں،

——— ناظم شعبہ رابطۂ عامہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ